حضرت اُمِ سلمہ

الحاج مولانا شیخ مقبول احمد
(نوگانوی)

باراوّل سنہ ۱۹۷۴ء

پرنٹر

سرفراز قومی پریس لکھنؤ

پبلشر

مولانا مقبول احمد صاحب نوگانوی

کتابت

محمد ناظم علیخاں پالوی

قیمت: ـــــــ دو روپیہ

سول ایجنٹ

احباب پبلشرس اقبال منزل مقبرہ عالیہ گولہ گنج، لکھنؤ ۱

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اس میں شک نہیں کہ جناب خدیجۃ الکبریٰؑ نے اپنی ذاتی قابلیت اور صلاحیت کے باعث بارگاہ نبوت میں جو مقام حاصل کیا وہ بعد میں آنے والی کسی خاتون کو حاصل نہ ہو سکا۔ انھوں نے آنحضرتؐ میں آثار رسالت مشاہدہ کئے اور خود ہی تزویج کی کوشش کر کے مرسل اعظمؐ کی سب سے پہلی بیوی اور ام المومنین بننے کا شرف حاصل کیا، بعثت کا تذکرہ آنحضرتؐ سے سُنا اور سب سے پہلے تصدیق رسالت کی، تمام عالم نسواں میں وہ سب سے پہلی بی بی ہیں جنھوں نے پیغمبر اسلام کے ساتھ نماز پڑھی، دنیا کے کامل ترین انسان حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی پرورش کا بھی ان کو موقع ملا، وہ دنیا کی چار عظیم ترین شخصیت کی مالک عورتوں میں سے ایک ہیں اور ان کی صاحبزادی دوسری عورت ہیں۔

وہ عرب کی سب سے زیادہ متمول خاتون تھیں لیکن خدمت اسلام میں انھوں نے اپنا سارا سرمایہ لٹا دیا اور خود شاہزادی عرب ہوتے ہوئے صرف دین کی خاطر فاقوں میں بسر کی وہ آنحضرتؐ کے لئے کثرت نسل کا ذریعہ بنیں، ان کی بیٹیؑ اور اس کی اولاد جاہل اور گمراہ دنیا کے لئے سرمایہ ہدایت قرار پائی۔

یہی وہ خصوصیات تھیں کہ آپ کی وفات کے بعد آنحضرتؐ اکثر ذکرِ خیر فرماتے اور زار و قطار رونے لگتے تھے، ایک روز جب آپ اپنی اس رفیقۂ حیات کا ذکر فرما رہے تھے ام المومنین حضرت عائشہ جو مرسلِ اعظمؐ کو بھی دنیا کے حسن و عشق کے دلدادہ عام شوہروں کی سطح سے ذرا بھی اونچا نہ سمجھتی تھیں کہا کیا آپ ہر وقت خدیجہ کو یاد کرتے رہتے ہیں؟ خدیجہ کیا تھی؟ ایک بوڑھیا ہی تو تھی خداوندِ عالم نے اسکے بدلے آپ کو بہتر زوجہ عطا فرما دی۔ اس پر آنحضرتؐ کو بہت غصہ آیا اس قدر کہ غصہ سے آپ کے سر کے بال کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم اس سے بہتر زوجہ مجھے نہیں ملی وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا اس نے میرے دعویٰ کی اس وقت تصدیق کی جب اور لوگ تکذیب کر رہے تھے اس نے اپنے مال میں مجھے شریک کیا جب سب لوگوں نے محروم کر دیا تھا خدا نے اس سے مجھے اولاد دی درانحالیکہ کسی اور زوجہ سے اولاد نہیں ہوئی۔

.... لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس باعظمت خاتون کے بعد بزمِ ازواج میں اگر کسی کو آنحضرتؐ کا شریکِ مقصد قرار دیا جا سکتا ہے تو وہ صرف جناب ام سلمہؓ ہیں وہ مکمل طریقہ پر آنحضرتؐ کے لئے جانشینِ خدیجہ ثابت ہوئیں، آپ سابقین اسلام کی فہرست میں شامل ہیں اور تصدیقِ رسالت کرنے کے بعد کبھی آپ کی نبوت میں شک نہیں کیا بلکہ جب بڑے بڑے صحابہ آپ کی نبوت میں شک کر رہے تھے تو آپ اس وقت اپنے ایمان پر ثابت قدم رہ کر مشیرِ کارِ رسالت ثابت ہوئیں[1]۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ نے صرف

[1] صلح حدیبیہ کے موقع پر اصحابِ رسولؐ نے آنحضرتؐ کی رسالت میں شک کیا

(باقی صفحہ ۷ پر)

دین و اسلام کی خاطر دو ہجرتیں کیں[1]۔ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب سے بھی آپ کو بے پناہ محبت تھی انھوں نے عمر بھر اس عظیم ہستی پر اپنی آغوش کے پروردہ اور اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تصدق کیا اور فرمایا کہ اگر شریعت میں جائز ہوتا کہ میں گھر سے باہر نکلوں تو خود آپ کے ہمراہ آتی اور آپ کی راہ میں شہید ہو جاتی۔

آپ یادگارِ خدیجہ حضرت فاطمہ زہرا سے حقیقی ماں کی طرح محبت فرماتی تھیں اور ان کے دونوں بچوں سے ان کو وہی الفت تھی جو ایک نانی کو ہونا چاہیئے آپ کے پاس جو کچھ بھی تھا اس کو راہِ خدا میں صرف کرنے میں کبھی پس و پیش نہیں کیا مال دنیا سے ایک غلام تھا جس کو آزاد کیا تو خدمتِ پیغمبرؐ کی شرط کے ساتھ۔ ان کا یہ قول تھا کہ سائل کو اپنے دروازہ سے خالی ہاتھ واپس نہ کرو چاہے ایک دانہ خرما ہی دے دو۔ آپ عرب کے سخی ترین باپ (ابو امیہ زاد الراکب) کی بیٹی تھیں اور سخاوت ان کی رگ و پے میں رچ بس گئی تھی۔

آپ نے ہر حال میں پیغمبرِ اسلام کا ساتھ دیا ترکِ زخارف و زینتِ دنیا میں یہ حدیث آپ ہی سے منقول ہے کہ جو شخص چاندی کے برتن میں کھائے پئے اسکے پیٹ میں

اور جب رسولؐ نے احرام اُتارنے کے لئے قربانی اور سر تراشی کا حکم دیا تو کسی نے حکم کی تعمیل نہ کی آپ رنج و غم کے ساتھ ام سلمہ کے پاس آئے اور انھوں نے یہ مشورہ دیا کہ پہلے آپ بغیر کچھ کہے قربانی دیں اور سر منڈائیں آپ کو دیکھ کر سب لوگ اتباع کریں گے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور پھر تو سب نے سر منڈانا شروع کر دئے۔

[1] ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ۔

آتش دوزخ جلائی جائے گی۔ ایک دن صرف ایسا طوق پہن لیا تھا جس میں سونے کی آمیزش تھی آنحضرت نے اسے ناپسند فرمایا تو آپ نے فوراً اتار دیا پھر اس کے بعد کبھی آپ کے گھر میں دولت مندی کے آثار نظر نہیں آئے۔ آنحضرتؐ سے جو ان کو محبت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے آنحضرتؐ کے موئے مبارک احتیاط سے چن چن کر جمع کر لئے تھے جس کو بعد آنحضرتؐ اکثر اصحاب نے دیکھا ہے اور بتایا ہے کہ وہ حنا اور کتم سے مخضب تھے۔

وقت اور موقع کی نزاکت پر غور کیا جائے اور دیکھا جائے تو آپ اپنے صبر و استقلال اور کردار کی بلندی اور استحکام میں منفرد نظر آتی ہیں اس وقت زوجیت پیغمبرؐ میں آئیں تو مختلف رنگ و نسل اور مختلف طبیعت اور مزاج رکھنے والی خواتین خانۂ نبوت میں موجود تھیں جن میں سے بعض سوت ہونے کے ناطے کسی طرح بھی عام عورتوں سے اپنی طینت و سرشت میں بلند نہ تھیں وہ ہر وقت ان کے عیب تلاش کرتی رہتی تھیں لیکن یہ جناب ام سلمہ کے کردار کی پختگی اور بلندی تھی کہ کبھی معمولی سی بھی خامی ان کو نہ مل سکی وہ آئے دن ان کو اذیت پہونچاتی رہتی تھیں لیکن یہ ام سلمہ کا صبر و استقلال تھا کہ جس میں کبھی معمولی سی بھی لغزش نہیں آئی۔

لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر جناب خدیجہ ان حالات میں ہوتیں تو ویسی زندگی نہ گذار سکتیں جو جناب ام سلمہ نے گذار دی، نہیں وہ بھی اگر ہوتیں تو اسی طرح قوت برداشت بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنے کردار کے استحکام سے نقوش عالم کی خواتین کی تقلید کے لئے چھوڑتیں اور یہ ان کے کردار کی بلندی ہی تو تھی کہ جناب رسول خدا کو ان کی زندگی میں دوسری زوجہ تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی ....

بہر حال جناب خدیجہؑ، جناب فاطمہ زہراؑ اور جناب مریمؑ و آسیہؑ بزبان رسالت افضل ترین خواتین کے حالات زندگی کے ساتھ ہی اشد ضرورت اس کی بھی ہے کہ جناب ام سلمہؓ، جناب ماریہ قبطیہؓ، فضہؓ اور زوجہ حبیب ابن مظاہر اور وہب کلبی ایسی باایمان خواتین کے حالات و واقعات بھی نہ صرف اسلامی دنیا کے سامنے بلکہ بغیر قید مذہب و ملت تمام خواتین عالم کے سامنے پیش کئے جائیں اس لئے کہ آج نسوانیت سوز کردار رکھنے والی عورتیں یہ کہہ کر دامن بچا لینے کی کوشش کرتی ہیں کہ رسول ان چار کے لئے جو کچھ فرما گئے اب ان میں پانچواں نمبر تو کسی کو حاصل ہونے والا نہیں، نہ اب کوئی مریم بنت عمران بن سکتی ہے اور نہ فاطمہ زہراؑ۔ ان خواتین کو بتایا جائے کہ اگر مریم و آسیہ اور خدیجہ و فاطمہ نہیں بن سکتیں تو کیا فضہ خادمہ زہراؑ بھی نہیں بن سکتیں، کیا زوجہ حبیب ابن مظاہر کا کردار بھی پیش نہیں کر سکتیں؟

مذکورہ بالا خواتین میں جناب ام سلمہؓ ایک بلند شخصیت کی مالک ہیں وہ بعد خدیجۃ الکبریٰ کی ازواج رسول میں صدر نشین اور ان کے سر کا تاج کہی جاتی تھیں انھیں زیادہ دنوں تک زندہ رہنے کا موقع ملا اور اس طولانی عمر میں ایک عورت جن حالات سے دوچار ہو سکتی ہے وہ سب ہی تو گذر گئے انھوں نے بحیثیت ایک لڑکی کے باپ کی اطاعت کر کے بھی دکھائی اور اپنے بھائی اور بہنوں میں کس طرح رہا جاتا ہے اس پر بھی روشنی ڈالی، اور شوہر کی شریک زندگی بن کر کس طرح وفادار ہونا چاہیئے اس کی بھی عملی تعلیم دی، بیوہ ہو جانے کے بعد اپنی غیرت و حمیت کو کس طرح باقی رکھا جائے اس سوال کا جواب بھی ان کے صحیفہ حیات سے دستیاب ہو جاتا ہے اور پھر اگر شوہر کے گھر میں دوسری ازواج ہوں تو ان میں رہ کر کس طرح

شوہر کی اطاعت گذاری کی جلائے اس کے لئے بھی اپنی سیرت کے عملی نمونے پیش کئے اور ان سب باتوں کے ساتھ اللہ کے حقوق درغز الفقں، رسولؐ کے حکم کا اتباع، اہلبیت پیغمبر کے ساتھ محبت اور ان کی پیروی اور بندگان خدا کے حقوق کی ادائیگی اور علمی ترقی میں کسی قسم کی کوتاہی بھی نہ ہو یہ مکمل کردار ہے ام المومنین جناب ام سلمہ کا۔ جس سے دنیا کی ہر عورت کو اپنی حیات کی ژولیدہ زلفوں کو سنوارنے کا موقع مل سکتا ہے اور آج اس کی سخت ضرورت ہے اور اسی ضرورت ہی کے احساس نے ناچیز کو اس اہم کام کے لئے آمادہ کیا...............

ہمارے کرم فرما میجر خورشید صاحب کشمیری برابر اس کوشش میں ہمت افزائی فرماتے رہتے تھے موصوف کو جب معلوم ہوا کہ کتاب تیار ہو گئی ہے تو انھوں نے اس کی طباعت کا انتظام کر دیا۔

خدا کرے ہماری یہ کوشش کسی قابل قرار پائے۔ اور مولف، معاونِ اشاعت اور ناشر کے لئے اخروی اجر کا ذریعہ ہو۔ آمین

المذنب

مقبول احمد عفی عنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

نام ونسب

آپ کا نام ہند یا رملہ تھا اور کنیت ام سلمہ (اصابہ ج ۸ ص ۲۰۳)

والد ماجد

آپ کے والد ماجد ابو امیہ سہیل (زاد الراکب) بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم ہیں۔ آپ عرب کے صاحبان جود و کرم میں مشہور و معروف ہستی ہیں آپ کے ساتھ سفر کرنے والے جب سفر کا ارادہ کرتے تھے تو اپنی سواریوں کے لئے زاد (چارہ وغیرہ) ساتھ نہ لیتے تھے اس لئے کہ آپ ان کے کفیل ہوا کرتے تھے اس سبب سے آپ کو زاد الراکب کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ (اصابہ ج ۸ ص ۲۲۱) آپ عرب کے ایک بڑے جری اور مشہور بہادر اور قریش کے نامور سردار تھے۔ (امہات الامۃ مولفہ ڈپٹی نذیر احمد ص ۱۲۲) بعض مورخین کے نزدیک آپ کا نام حذیفہ تھا اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقیظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب تھا۔

(حبیب السیر ج ۱ ص ۳۲۲، ناسخ التواریخ کتاب ۲ جلد ۱ ص ۶۱۵)

اس طرح باپ کی طرف سے جناب ام سلمہ کا سلسلۂ نسب چھ واسطوں کے بعد آنحضرت سے مل جاتا ہے۔

والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب تھیں اس طرح آپ رسول خدا کی حقیقی پھوپھی زاد بہن اور ماں کی طرف سے ہاشمی تھیں۔

زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے کہ آپ سے آپ کے بھائی عبداللہ اور ابوطالب بہت محبت فرماتے تھے۔ ابن سعد کا قول ہے کہ آپ مکہ میں مشرف باسلام ہوئیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ نے بدر کی لڑائی سے پہلے وہ مشہور خواب دیکھا تھا جو مذہب اسلام کی حقانیت کا ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ (اصابہ ج ۸ ص ۱۱)

آنحضرت کی ہجرت کے بعد بھی اہل مکہ کی دشمنی پیغمبر اور ان کے دین سے ختم نہیں ہوئی وہ مکہ سے یثرب کی طرف جا نکلتے اور غربائے مدینہ کے دنبے اور اونٹ ہنکالاتے ان کی زراعت اور باغات کو نقصان پہونچا آتے تھے۔ آخر تنگ آکر اہل مدینہ نے بھی آنحضرت کی اجازت پر بطور انتقام ان کا ایک قافلہ لوٹ لیا اس قافلہ میں ایک شخص ضمضم بن عمرو تھا وہ اس حادثہ کی خبر لیکر مکہ گیا اس خبر رسانی کے بعد ہی جنگ بدر ہوئی جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار قتل ہوئے۔

ابھی ضمضم بن عمرو مکہ میں پہونچا نہ تھا کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ ایک ناقہ سوار آیا ہے اور وہ مقام ابطح اور بالائے دیوار کعبہ کوہ ابو قبیس پر ٹھہر ٹھہر کر آواز دے رہا ہے الفی دا یا ال عدی الی مصارعکم اے اولاد عدی اپنے مقتل کی طرف دوڑ چلو پھر اس شخص نے پہاڑ پر سے

ایک پتھر مکہ کی طرف پھینکا جس کا ایک ایک ٹکڑا مکہ کے ہر گھر میں پہونچا حضرت عاتکہ اس خواب سے خوف زدہ بیدار ہوئیں اور حضرت عباس سے تمام خواب بیان کیا، حضرت عباس بھی خواب کی خوفناک تعبیر کے لیے تیار ہو بیٹھے پھر کسی طرح یہ خواب مشہور ہو کر تمام مکہ میں پھیل گیا، اس پر ابوجہل نے حضرت عباس سے کہا اے ابا فضل تمہارے مرد تو دعویٰ نبوت کرتے ہی تھے اب تمہاری عورتیں بھی نبی ہونے لگیں اگر یہ خواب سچ ہوا تو خیر ورنہ تحریر کے ذریعہ سے تمام عرب میں تمہارے خاندان میں دروغ گوئی کو شہرت دیجائے گی، اس خواب کو تین دن نہ گذرے تھے کہ ضمضم بن عمرو فریاد کرتے پہونچا اور جنگ بدر کا اہتمام ہو گیا اور اکثر جانے والے اپنے مقتل میں خواب موت سو گئے۔ (طبقات ج ۸ ص ۹)

آپ نے اپنے پدر بزرگوار حضرت عبدالمطلب کی موت پر ایک مرثیہ بھی کہا تھا۔

عقد اوّل

آنحضرت سے پہلے ام المومنین جناب ام سلمہ کا نکاح ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد سے ہوا تھا جو حضرت عبدالمطلب کی دوسری صاحبزادی برّہ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کے والد نے غیر قبیلہ میں شادی کرنا منظور نہ کیا اور ان کا نکاح ان کے چچازاد بھائی عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی کے ساتھ کر دیا۔ (ازواج النبی از مرزا حیرت دہلوی ص ۸۷)

اس طرح یہ بھی پیغمبر اسلام کے پھوپھی زاد بھائی تھے سابقین اسلام اور مہاجرین اولین حبشہ میں آپ کا نام ہے۔ ابتداء بعثت میں مسلمانوں کی جمعیت اس وقت

بہت کمزور تھی صرف گیارہ مسلمان تھے کفار کی ہر وقت کی ایذا رسانی دم لینے کی فرصت نہ دیتی تھی ایک دن کفار کے تعاقب سے بھاگ کر عبداللہ ابوطالب کے ہاں پناہ گزیں ہوئے، کفار جن میں ابولہب بھی تھا ابی طالب کے مکان پر گئے اور کہنے لگے کہ اپنے بھتیجے کو تو پناہ دیتے ہی ہو اب ہمارے بھتیجے کی بھی حمایت کرنے لگے ابوطالب نے کہا ہاں میں اپنے بھانجے کی بھی حمایت کروں گا۔ (ازواج النبی [illegible])

جنگ احد میں آپ کو صاحب میسرہ مقرر فرمایا گیا تھا۔ (تاریخ اصحاب [illegible])۔

سب سے پہلے محرم ۴ھ میں طلحہ اور خویلد نے اپنے قبیلہ کو جو فید کے کوہستانی علاقہ قطن میں رہتا تھا مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ آنحضرتؐ کو خبر ملی تو آپ نے حضرت ابوسلمہ کو ایک سو پچاس مہاجرین و انصار کے ساتھ اس طرف روانہ کیا یہ خبر سن کر ان کی جماعت منتشر ہو گئی۔ (سیرت النبی جلد اول ص۳)

حضرت ابوسلمہ اور ام سلمہ دونوں میں بے پناہ محبت تھی زندگی بڑی خوشگوار گزر رہی تھی ایک دن ام سلمہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ اگر مومن شوہر مر جائے اور عورت دوسرا نکاح نہ کرے تو جنت کا محبت سے آباد کرنے والا (الاخدا) دونوں کو اس دنیا میں بھی ساتھ کر دیتا ہے آئیے ہم اور آپ عہد کریں کہ جو کوئی باقی رہ جائے وہ عقد نہ کرے ابوسلمہ نے بڑی توجہ سے یہ گفتگو سنی اور ام سلمہ کے گوشہ دل میں جو پاکیزہ خیال تھا اس کا اندازہ کر کے کہنے لگے تم میرے بعد اپنی زندگی بیوگی میں بسر نہ کرنا اور اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالنا کیا میں جو کچھ کہوں اس کو مانو گی ام سلمہ نے اقرار کیا اور فرمایا! آپ کی اطاعت میرے اوپر فرض ہے ابوسلمہ نے کہا میں حکم دیتا ہوں کہ تم میرے بعد نکاح ثانی ضرور کرنا یہ کہہ کر ابوسلمہ نے دعا کی کہ خداوندا میرے بعد ام سلمہ کو مجھ سے بہتر

شوہر عطا فرمانا۔ (ابن سعد ج ۸ و ناسخ التواریخ ج ۱ ص۱۴۵)

یہ واقعہ زن و شوہر کی محبت و الفت کی عکاسی کر رہا ہے زوجہ اپنی راحت کو شوہر کے نام پر نثار کر رہی ہے اور شوہر اپنے جذبات کو زوجہ کے آرام پر قربان کر رہا ہے۔

حضرت ام سلمہ کا دل جس شوہر کے ساتھ ساتھ تھا ایمان بھی شوہر کے ہمراہ رہا یہ دونوں زن و مرد نبوت کے عہد اولیں میں ایمان لائے۔ ڈپٹی نذیر احمد مرحوم امہات الامہ میں لکھتے ہیں کہ جناب ام سلمہ کی ولادت پیغمبرؐ کی نبوت سے نو برس پہلے ہوئی تھی یعنی جس وقت یہ پیدا ہوئیں پیغمبرؐ کی عمر اکتیس برس کی تھی یہ ان لوگوں میں تھیں جو راستی طبیعت کے تقاضے سے اسلام کی منادی سنتے کے ساتھ بے چون و چرا پیغمبر صاحب پر ایمان لے آئے اور بقدر رسائی دوسروں کو ترغیب دی چنانچہ انھوں نے اپنے شوہر ابوسلمہ کو سمجھایا اور وہ بھی السابقون الاولون کے زمرہ میں داخل ہو گئے ان سے پہلے صرف دس اشخاص حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے (امہات الامہ ص۱۲۴)

کفار کے غلبہ کی تاب نہ لا کر پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی اور دوسری ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ منورہ کی ہوئی۔ حبشہ کی ہجرت اور افریقہ کے دشوار گذار راستوں کو طے کرنے کا تذکرہ، دربار نجاشی کے حالات اور درباری پادریوں سے حضرت جعفر ابن ابی طالب کا مناظرہ، عمرو بن العاص اور ابوسفیان کے انسانیت سوز واقعات زیادہ تر ام سلمہ ہی کے ذریعہ دریافت ہوئے۔ آپ نے ان حالات کو جس لطف سے بیان فرمایا ہے کہ ہر ہر لفظ پکار رہا ہے۔ [illegible]

دوسری ہجرت مدینہ بھی آپ شوہر کے ساتھ تھیں یہ سفر اتنا طولانی نہ تھا کیونکہ صرف

مدینہ منورہ تک جانا تھا مگر اس سفر میں اللہ کا عطا کیا ہوا ایک ساتھی (سلمہ) بھی تھا جو
حبشہ میں پیدا ہوا تھا اور ماں باپ کی گود میں مکہ معظمہ پہونچا تھا یہی چھوٹا سا بچہ
تھا جس کے نام نے دنیا میں آکر باپ کو ابوسلمہ اور ماں کو ام سلمہ کی کنیت دیدی
تھی ۔ ابوسلمہ نے کمر ہمت باندھی عرب کا سفری رفیق (اونٹ) سج سجا کر تیار ہوا
اور ام سلمہ ننھے سے بچے کو گود میں لے کر اس کی پیٹھ پر سوار ہوئیں ابوسلمہ نے
مہار ناقہ پکڑی مگر راہ مخدوش تھی اس لئے کہ کفار قریش ہر قافلہ کو روک لیا کرتے
تھے ابوسلمہ کو بھی یونہی روکا گیا اور ایک حیلہ بھی پیدا کر لیا گیا ، بنی مغیرہ نے
ام سلمہ کو اپنا پابند کیا اور بنی عبدالاسد سلمہ کو ماں کی گود سے لینے کے لئے بڑھے
بچہ اپنی ماں سے لپٹ گیا لیکن کہاں وسعت ستم اور کہاں معصومیت ، بچے کی
ننھی ننھی مٹھیاں کھول لی گئیں اور بچہ ماں کی گود سے جدا کر لیا گیا چونکہ ہجرت
کا حکم دربار نبوت سے نکل چکا تھا اس لئے ابوسلمہ نے راہ خدا سے منھ نہ پھیرا
بیوی اور بچہ کو خدا کے سپرد کر کے چل دئے اور مدینہ پہونچ گئے ، حضرت ام سلمہ
اپنی یہ دردناک کہانی خود بیان فرماتی ہیں کہ میں عجب مصیبت میں تھی تین ساتھی
تھے اور تینوں الگ الگ ۔ ام سلمہ صبح سویرے اٹھتی تھیں اور مقام ابطح پر بیٹھ کر
رونا شروع کرتی تھیں جب آفتاب کی طرح درد و غم سے دل ڈوب جاتا تو نالے
ختم ہو جاتے گویا ام سلمہ کی چشم گریاں چشمہ مشرق و مغرب کو ملا دینے والی نہر تھی
جو صبح سے شام تک جاری رہتی تھی ۔

کاوے کاوے سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

آپ فرماتی ہیں کہ پانچ چھ دن اسی طرح روروکر گزارے تو ایک مرد خدا ادھر آنکلا ،
اس کو میرے حال زار پر رحم آیا اور وہ سفارشی بن کر بنی مغیرہ میں گیا اس نے کہا
اب اس غریب ام سلمہ کو آزادی کا پروانہ دیدیجئے بنی مغیرہ اس وقت کچھ نیکی
کی طرف مائل تھے اجازت دینے پر راضی ہو گئے ، بنی عبدالاسد بھی سلمہ کو واپس
کر گئے ام سلمہ نے کمر ہمت باندھی اگرچہ کوئی ساتھی نہ تھا نہ کوئی قافلہ جا رہا تھا
مگر خدا پہ بھروسہ کر کے ناقہ پر سوار ہو کر مکہ سے مدینہ کا رخ کیا ، عرب کا خطرناک
راستہ تھا اور دور دراز کا سفر اور راستہ سے ناواقفیت آپ ہی مسافر
تھیں اور آپ ہی راہبر ، مقام تنعیم پر عثمان بن طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ سے ملاقات
ہوئی عثمان نے تنہا دیکھ کر حال معلوم کیا کہ کیا بالکل تنہا ہیں ، ام سلمہ نے کہا ہاں
بس اوپر خدا اور نیچے زمین پر یہ بچہ ، عثمان کو رحم آیا اور ناقہ کی مہار تھام کر ساتھ
ہو لیا ، سچ کہا ہے کسی نے ۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے عثمان سا شریف آدمی نہیں دیکھا منزل پر ناقہ کی مہار
چھوڑ کر خود دور کھڑے ہو جاتے تھے جب میں اتر پڑتی تھی تو خود دور کسی درخت
کے نیچے سو رہتے تھے ، صبح کو ناقہ پر کجاوہ باندھ کر ہٹ جاتے تھے جب سوار ہو لیتی
تھی تو مہار ناقہ پکڑ کر چلنے لگتے تھے ۔ (امہات الامۃ ڈپٹی نذیر احمد) خدا خدا
کر کے سفر تمام ہوا ، قریہ بنی عمر بن عوف (قبا) نظر آیا تو عثمان نے کہا تمہارا شوہر اسی
قریہ میں ہے ڈھونڈ لو یہ کہہ کر عثمان مکہ کی طرف واپس ہو گئے ، سب سے پہلی پردہ نشین

ہجرت کرنے والی عورت یہی ام سلمہ ہیں۔ قبا پہونچیں تو لوگ آپ کا حال پوچھتے تھے اور جب آپ اپنے باپ کا نام بتاتیں تو ان کو یقین نہ آتا تھا یہ حیرت آپ کے تنہا سفر کرنے پر تھی۔ شرفا کی عورتیں اس طرح باہر نکلنے کی جرأت نہیں کرتی تھیں لیکن جب کچھ لوگ حج کے ارادہ سے مکہ روانہ ہوئے اور انھوں نے اپنے گھر رقعہ بھجوایا تو اس وقت لوگوں کو یقین آیا کہ وہ واقعی ابو امیہ کی بیٹی ہیں۔ ابو امیہ چونکہ قریش کے نہایت مشہور اور معزز شخص تھے اس لئے حضرت ام سلمہ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔ (مسند ج ۶ ص ۳۰۷)

مدینہ آنے ہوئے اور شوہر کی خدمت میں صرف چند ہی روز گذرے تھے کہ ابو سلمہ نے جنگ احد میں شرکت کی ایک گہرا زخم لگا گھر واپس آئے علاج شروع کیا زخم درست نظر آیا تو آنحضرتؐ نے ایک سریہ میں روانہ فرمایا۔ ابو سلمہ وہاں سے ۲۹ روز کے بعد واپس ہوئے مگر زخم کا انگور پھٹ چکا تھا آپ کی بیوی نے بستر علالت پر خدمت کی، آنحضرتؐ بنفس نفیس عیادت کو تشریف لائے مگر دوا نے کچھ فائدہ نہ کیا اور ۸ جمادی الاوّل ۴ھ کو وفات پائی، ابو سلمہ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں آنحضرتؐ نے خود بند کیں اور دعا فرمائی اللھم اغفر لابی سلمہ وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی الغابرین واغفرلنا ولہ یا رب العالمین اللھم فسح فی قبرہ ونور لہ فیہ خداوندا ابو سلمہ کو بخش دے اور ان کے مرتبہ کو ہدایت یافتہ اصحاب میں بلند فرما اور ان کے پسماندگان کی ان کے بجائے نگرانی و حفاظت کر اور ہماری اور ان کی بخشش فرما اے دونوں عالموں کے خدا، خداوند ابو سلمہ کی قبر کو کشادہ کر اور ان کیلئے ان کی قبر کو روشن فرما۔

ابو سلمہ نے دو ہجرتیں کیں خدا نے ان کو جہادوں کا ثواب بھی عطا فرمایا، آنحضرتؐ نے نماز جنازہ میں نو تکبیریں فرمائیں، بعض لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے۔ فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ ہزار تکبیروں کے مستحق تھے دفن کے بعد بھی آنحضرتؐ تعزیت کے لئے تشریف لائے تو گھر کا وہ عالم دیکھا جو شوہر کی جدائی میں ایک چاہنے والی بیوی کا ہو سکتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۲۹۷) ام سلمہ بین کر رہی تھیں آنحضرتؐ چٹائی پر بیٹھ گئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ اتنی دیر تک ابو سلمہ کے مراتب جنت اور جو کچھ اس دنیا میں عطا کیا گیا اس کا ذکر فرماتے رہے کہ دست مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے، ام سلمہ اس وقت وہ دعا پڑھ رہی تھیں جس کو ابو سلمہ نے خود آنحضرتؐ سے سن کر نقل کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ مصیبت زدہ کو بعد وفات انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیئے اللھم عندک احتسب مصیبتی ھذا اللھم اخلفنی فیھا خیراً اپروردگار اس مصیبت کا اجر خزانۂ قدرت میں جمع رکھ اور اس مصیبت کے بعد نیکی دے کیونکہ خود ام سلمہ سن چکی تھیں کہ مریض و میت کے قریب کلام خیر کرو اس لئے کہ اس وقت ملائکہ آمین کہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے پھر ام سلمہ سے ان الفاظ کے ساتھ تعزیت کا رسم پورا فرمایا اللھم عز حزنھا واجبر مصیبتھا وابدلھا لھا خیراً منھا خداوندا اس مصیبت میں ان کو صبر عطا فرما اور ان کی مصیبت کا عوض دے اور اس کو نیکی سے بدل دے جو اس سے اچھی ہو۔ (تاریخ التواریخ ج ۵ ص ۱۱۵) ام سلمہ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ فراق شوہر میں کیا کہا کروں آپ نے فرمایا کہ کہو اللھم اغفرلی

دلہ واعقبنی منہ عقبا حسنا خداوندا میری اور ابوسلمہ کی بخشش فرما اور ان کے بعد ام سلمہ کو ان سے بہتر وارث عطا کر۔ (تذکرۃ الصحابیات ص۱۱)

بیوگی اور عقد ثانی

آپ کے شوہر جناب ابوسلمہ تو اپنی بہادری اور شجاعت کے ساتھ راہ خدا میں جان دے کر راہی جنت ہو گئے لیکن آپ کے لیے یہ وقت بڑا ہی صبر آزما تھا شوہر نے چار چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے۔ پردہ دار عورت کیلئے شوہر کے مرنے کے بعد اپنا پیٹ پالنا ہی دشوار ہوتا ہے چہ جائیکہ معصوم بچوں کی پرورش کی ذمہ داری اور ان کے اسباب پرورش کا فراہم کرنا۔

لیکن خدا بر اسلامی خاتون کو وہ توفیق دے اور اس راہ پر چلائے کہ جس پر جناب ام سلمہ نے صبر و استقلال کے ساتھ زندگی کو بسر کیا کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایا اور کسی سے امداد کی خواہش نہ کی، چکیاں پیس کر اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی رہیں، اگر کسی روز فاقہ ہو جاتا تو غیرت دار اتنی تھیں کہ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتی تھیں، ایک دن ایک ہمسایہ عورت نے چہرہ سے فاقہ کو تاڑ لیا وہ فوراً اپنے گھر گئی اور چند روٹیاں لا کر حضرت ام سلمہ کے سامنے رکھ دیں، آپ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور یہ فرما کر واپس کر دیا کہ میں اپنے اور اپنے بچوں کو مفت خوری کی عادت ڈالنا نہیں چاہتی ابھی میرے بدن میں محنت مزدوری کرنے کی طاقت ہے پھر کیوں کسی کا احسان لوں۔ یہ جواب سن کر ہمسایہ عورت حیرت زدہ ہو گئی۔ کیا یہ واقعہ ہماری

خواتین کے لئے باعث عبرت نہیں جو محنت و مزدوری کو اپنے پردہ میں رہ کر ننگ و عار سمجھتی ہیں اور خیرات کے ٹکڑوں پر اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں۔" اسلام کی خاطر جتنی مصیبتیں بی بی ام سلمہ نے جھیلیں کسی اور مسلمان مہاجر بی بی نے نہیں جھیلیں اور اسی وجہ سے ان کی پوری دلجوئی اور تسلی بجز اس کے اور کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ پیغمبر اسلام ان کو اپنی زوجیت کا شرف عنایت فرمائیں اور آخر کار ایسا ہی ہوا۔"

(امہات الامہ ڈپٹی نذیر احمد ص۱۴)

عقد ثانی

۲ر شوال سنہ ۴ھ کو جناب ام سلمہ کا زمانہ عدہ تمام ہوا لوگوں کے پیام آنے لگے حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے بھی پیغام دئے مگر ام سلمہ نے صاف انکار کر دیا، آنحضرتؐ نے بھی تین مرتبہ پیام دیا مگر عذر فرمائے عذر بھی تین ہی تھے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ ہر روز ایک نیا عذر پیش کیا جاتا تھا جس کا جواب آنحضرتؐ کسی سے کہلوا دیتے تھے حضرت عمر پیامبر تھے مگر یہ روایت صرف اصابہ کی ہے اور کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ پہلا عذر یہ تھا کہ میرا سن زیادہ ہو چکا ہے۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ میری عمر تم سے بھی زیادہ ہے، دوسرا عذر یہ تھا کہ میں بہت غیور عورت ہوں، آپ نے فرمایا خیر ضروری غیرت بھی باقی نہ رہے گی، تیسرا عذر یہ تھا کہ میری اولاد ہے اور کمسن ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ان کی پرورش خدا اور رسول کریں گے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ پھر آپ نے ولی نہ ہونے کا عذر فرمایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حاضر و غائب

کوئی شخص میرے ساتھ نکاح سے عذر نہ کرے گا اور سب رضامند ہو جائیں گے۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۹۱، تاریخ التواریخ ج ۱ صفحہ ۱۶)

اس نکاح کی خصوصیت ہے کہ نہ ام سلمہ کی طرف سے پیام دیا جاتا ہے اور نہ رخصتی پر اصرار ہوتا ہے بلکہ عذر پر عذر پیش کئے جاتے ہیں جن کو آپ کی خاندانی غیرت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے یہ نکاح شوال کی آخری تاریخوں میں واقع ہوا، مہر میں اختلاف ہے لیکن بعض مورخین کہتے ہیں کہ ام سلمہ کا مہر چار سو دینار تھا جس کو شاہ حبش نے اپنے خزانے سے ادا کیا۔ (بحار الانوار صفحہ ۲۲)

حضرت ام سلمہ آنحضرتؐ کی تعلیم کردہ دعا پڑھتے ہوئے اکثر اپنے دل سے کہتی تھیں کہ میرے لئے ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا مگر جب نکاح ہو گیا تو آپ نے تاثیر دعا اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔

نکاح کے بعد آپ نے اپنا مکان خود صاف کیا آنحضرت کے لئے کھانا پکا کر رکھا آنحضرتؐ شام کو تشریف لائے اور کھانا تناول فرمایا آرام کیا اور صبح کو ام سلمہ کے لئے دعا برکت دیکر فرمایا کہ کہو تو تمہاری باری کا پہلا ہفتہ مقرر کر دوں، مگر اس صورت میں تمام ازواج کے لئے بھی ہفتہ ہفتہ مقرر کرنا ہوگا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں آپ کی رضا کو بہتر جانتی ہوں پھر حضرت ام سلمہ خانہ نبوت میں تشریف لائیں اور اس مکان میں قیام فرمایا جس میں آپ سے پہلے ام المومنین زینب کا قیام تھا۔ آنحضرتؐ نے دیگر ازواج کی طرح آپ کو بھی آٹا پیسنے کی چکی مشکیزہ پانی بھرنے کیلئے اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں لیف خرما بھری ہوئی تھی عطا فرمایا (طبقات) حضرت ام سلمہ نے پہلے روز اپنے ہاتھ سے عصیدہ تیار فرمایا، یہی طعام ولیمہ تھا عصیدہ عرب کا ایک کھانا ہے جو جو اور چربی سے تیار کیا جاتا ہے۔

آپ نہایت حیادار بی بی تھیں ابتداً جب آنحضرت مکان میں تشریف فرما ہوتے تو آپ غیرت سے اپنی لڑکی (زینب) کو گود میں بٹھا لیتیں آپ یہ دیکھ کر واپس جاتے، حضرت ام سلمہ کے رضاعی بھائی عمار یاسر کو معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور لڑکی کو چھین لے گئے لیکن بعد میں یہ بات کم ہوتی گئی اور جس طرح دوسری ازواج رہتی تھیں وہ بھی رہنے لگیں۔ (مسند ج ۶ صفحہ ۲۹۵)

آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں حضرت عائشہ کا ایک مقام ہے جس کو کسی بی بی نے کم نہیں کیا، جب ام سلمہ سے عقد ہو گیا تو آپ سے پوچھا گیا کہ کیا اب بھی وہ منزلت باقی ہے تو آپ خاموش ہو گئے، راوی کہتا ہے کہ یعنی ام سلمہ نے اگر اس منزلت کو کم کر دیا۔ (طبقات ج ۸ صفحہ ۶۲)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے جب ام سلمہ سے عقد فرمایا تو مجھے شدید رنج ہوا، ابن سعد نے ان کے قول کو نقل کیا ہے حزنت حزناً شدیداً یعنی مجھ کو سخت رنج پہونچا اس لئے کہ لوگ ان کے حسن و جمال کے معترف تھے اور جب میں ان کا تصور کرتی تھی تو ان کو اس تعریف سے بھی بالاتر کہتی تھی آخر میں نے حضرت حفصہ سے ذکر کیا چونکہ ہم دونوں ایک رائے تھے یہ سن کر انھوں نے کہا یہ تمہارا صرف رشک ہی رشک ہے میں ان کو دیکھ چکی ہوں نہ وہ ویسی ہیں جیسی تعریف کی جاتی ہے اور نہ اس تعریف کے قریب البتہ خوبصورت ضرور ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ حفصہ نے سچ کہا تھا اور یہ میرا صرف رشک ہی رشک تھا۔

حضرت عائشہ بھی زوجیت پیغمبر میں آنے کے بعد ساری عمر حسد ہی کرتی رہیں کبھی ام سلمہ سے واحد کبھی ماریہ قبطیہ سے اور کبھی خدیجۃ الکبریٰ سے یہاں تک کہ جزم ازواج

سے نکل کر اصحاب پیغمبر تک کو نہ چھوڑا

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

حضرت سلمان فارسی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ آپ کی شب کی نشست اتنی طولانی ہوتی تھی کہ مجھے خطرہ پیدا ہو جاتا تھا کہ کہیں میری باری کا وقت بھی اس نشست میں نہ گذر جائے۔ (ترجمہ اسد الغابہ ج ۴)

آپ نے اپنی طلب نفسانی اور داستان شہوانی کو کچھ اس طرح الم نشرح کیا ہے کہ رسول اسلام کو عام انسانوں سے بھی (معاذ اللہ) پست کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جس کے باعث اقوام عالم کو آنحضرتؐ کے بارے میں رنگیلا رسول لکھنے اور کہنے کا موقع مل گیا۔

عرفان نبوّت اور فرض شناسی

دنیا کی تاریخ ایسی خواتین کے تذکروں سے خالی نہیں ہے جنھوں نے ملک و ملت کی خدمات انجام دیں اور اوراق تاریخ کو اپنے کارناموں سے مزین کیا لیکن مذہب اسلام کا دامن بھی ایسی عورتوں سے بھرا پڑا ہے جنھوں نے گھر کی چار دیواری میں رہ کر ہی اپنے عظیم کردار کے ذریعہ روحانیت کو سربلند کیا، اپنی گود کے پروردہ نونہالوں کو وہ تعلیم دی جس پر انسانیت فخر کر سکے اور دین و مذہب کی علمی و عملی خدمت کر کے اس کے دیرپا اثرات چھوڑے۔

اسلام کی تاریخ میں ایسی عورتوں کی خاصی تعداد موجود ہے جناب مریم، جناب آسیہ

بنت مزاحم، جناب ہاجرہ، جناب سارہ، جناب آمنہ مادر گرامی جناب رسالت مآبؐ، جناب فاطمہ بنت اسد والدہ ماجدہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام، جناب خدیجۃ الکبریٰ، جناب ام سلمہ اور سب سے بڑھ کر سیدہ عالمیان فاطمہ زہرا یہ وہ خواتین ہیں جن پر اسلام کو ناز ہے۔

بالخصوص باعظمت خواتین میں جناب ام سلمہ بھی ہیں آپ زندگی کے ہر دور سے بڑی خوبی اور خوبصورتی کے ساتھ گذر گئیں وہ باپ کے یہاں ایک اطاعت شعار بیٹی کی حیثیت سے رہیں اور جب شادی ہو گئی تو شوہر کی وفادار بیوی۔ ان کا اپنے شوہر سے یہ کہنا کہ آؤ ہم تم عہد کریں کہ جو باقی رہ جائے وہ عقد نہ کرے ان کی وفاداری کی اعلیٰ مثال ہے۔

. . . .

ایک عورت کے لئے وہ وقت بڑا ہی صبر آزما ہوتا ہے کہ جب اس کے سر کا تاج شوہر نہ رہے اور جب کہ اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچوں کا ساتھ بھی ہو، ولی و وارث کے دنیا سے اٹھ جانے پر عورت کو اپنی غیرت و حمیت کو کس طرح باقی رکھنا چاہیئے زندگی کے اس سخت موڑ سے جناب ام سلمہ دو مرتبہ بڑی ثابت قدمی سے ہو کر گذریں وہ پہلے شوہر کی وفات کے بعد بیوگی کے عالم میں اپنے بچوں کا محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتی رہیں اور اپنے مرنے والے شوہر کے حکم پر ہی دنیا کی عظیم شخصیت کی زوجہ بننے کا شرف حاصل کیا اور پھر بیوہ ہو گئیں تو وفات شوہر کے بعد گھر سے قدم باہر نہ نکالا بلکہ دوسری ازواج کو اس کی تعلیم بھی دی۔

چنانچہ جب حضرت عائشہ نے بصرے کی جانب طلحہ اور زبیر کے ساتھ امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے جنگ کرنے کے ارادہ سے جانا چاہا تو ام المومنین ام سلمہ ان کی تھیں

جنھوں نے ان کو نصیحت فرمائی یہ اور بات ہے کہ انھوں نے ان کی نصیحت پر عمل نہ کیا۔

جناب ام سلمہ سابقین اسلام میں داخل ہیں وہ آنحضرتؐ کی نبوت پر سچے دل سے ایمان لائی تھیں، دین و مذہب کی راہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے انھوں نے ہر تکلیف اور مصیبت کو برداشت کیا، وہ حبشہ کے مہاجرین میں تھیں اور پھر مدینہ بھی ہجرت کر کے اس طرح آئیں کہ اپنی اس ہمت و جرأت میں وہ انفرادی حیثیت رکھتی تھیں۔ آنحضرتؐ سے قریبی رشتہ تھا لیکن جس طرح آنحضرتؐ کو اپنے عزیزوں سے صرف رشتہ کی بنا پر نہیں بلکہ ان کے ایمان کے باعث محبت تھی اسی طرح حضرت ام سلمہ کے ایمان اور ان کے عمل کی وجہ سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ عقد سے پہلے بھی آنحضرتؐ کے یہاں آتی جاتی تھیں چنانچہ حضرت فاطمہ زہرا کی رخصتی کے موقع پر ام سلمہ نے جو رجز پڑھی تھی وہ یہ ہے:۔

(۱) سرن بعون اللّٰہ جاراتی	واشکرنہ فی کل حالات
(۲) واذکرن ما انعم رب العلی	من کشف مکروہ و آفات
(۳) فقد ھدانا بعد کفر و قد	انعشنا رب السمٰوت
(۴) وسرن مع خیر النساء الوری	تفدی بعمات وخالات
(۵) یا بنت من فضلہ ذو العلی	بالوحی منہ والرسالات

ترجمہ:۔

(۱) ہماری سہیلیاں خدا کی مدد سے روانہ ہوں اور شکر کریں خدا کا ہر حال میں۔

(۲) اور تذکرہ کریں خدا کے احسان کا جو اس نے مصیبت اور آفات سے بچانے میں کیا ہے۔

(۳) البتہ اس نے ہم کو کفر سے نکال کر راہ راست دکھائی اور اس آسمانوں کے پروردگار نے ہم کو اعلیٰ مراتب پر پہونچایا۔

(۴) ہماری سہیلیاں روانہ ہوں بہترین زنان عالم کے ساتھ جن پر پھوپھیاں اور خالائیں قربان ہو رہی ہیں۔

(۵) اے اس کی صاحبزادی جس کو خدا نے سب پر فضیلت دی تاج وحی اور خلعت رسالت پہنا کر۔ (اعیان الشیعہ الجزو الثانی ماخوذ سیرت فاطمہؑ ص۵۰)

نکاح کے بعد ۲۹ دن یا ایک مہینہ کے بعد علی علیہ السّلام نے ام ایمن کے ذریعہ ام سلمہ ہی سے سیدہ عالم کی رخصتی کے بارے میں کہلوایا تھا اور ام سلمہ ہی رسولؐ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر پہونچی تھیں اور آنحضرتؐ نے آپ ہی کے گھر میں اپنی دختر نیک اختر کو دلہن بنانے کے لئے حکم دیا ....

.... عرض کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ آنحضرتؐ حضرت ام سلمہ کے کردار سے اچھی طرح واقف تھے آپ کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کرنے میں ایک غرض تو ان کی اور ان کے بچوں کی کفالت تھی، دوسرا مقصد یہ تھا کہ ام سلمہ کے ذریعہ نبوت کدہ سے آپ کے کردار کی سچی تصویر برآمد ہو سکے۔ چونکہ آپ کے بیت الشرف میں بعض عورتیں ایسی بھی تھیں جن کو آپ نے بمصلحت داخل بزم ازدواج کر لیا تھا اور جن سے آنحضرتؐ کو روحانی اذیت پہونچتی رہتی تھی اور جو آپ کے کردار کی وہ بھیانک تصویر پیش کر رہی تھیں جو مرسل اعظم کے شایان شان نہ تھی۔ بعض ازواج نے اپنے ساتھ آنحضرتؐ کی محبت کو اس انداز میں پیش کیا تھا کہ جس کو پڑھ کر مطالعہ کرنے والا یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا یہ اللہ کا بھیجا ہوا رسول تھا جس کا کردار ایک عامی شخص سے بھی (معاذ اللہ)

گرا ہوا ہے مثلاً ام المومنین حضرت عائشہ دوسری ازواج پر اپنی منزلت اور افضلیت کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں کہ کسی باکرہ لڑکی کو زوجیت آنحضرتؐ کا شرف سوائے میرے حاصل نہ ہوا۔

(۳۰) یا میں اور رسول ایک ظرف میں غسل کرتے تھے دوسری عورتوں کو یہ شرف حاصل نہ تھا۔ آنحضرت جب نماز پڑھتے تو میں ان کے سامنے لیٹ جاتی تھی (حبیب السیر ج ۱ ص ۴۲۳)

یہ حد درکیک باتیں ہیں جن کو لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ اللہ کا بھیجا ہوا رسول نہ ہوا معاذ اللہ خاکم بدہن ایک .... ہو گیا بلکہ (تناہی نہیں) اللہ نے اپنے پاکیزہ دین کے قوانین کے نزول کے لئے بس انھیں محترمہ کے مخت کردہ کو منتخب فرمایا تھا اگر رسول کسی دوسری بیوی کے حجرہ میں ہوتے تو وحی نازل ہی نہ ہوتی تھی۔ حبیب السیر میں ہے "در جامۂ خواب ہیچ یک از ازواج طاہرات وحی نازل نمی شد مگر در خواب جامگی" آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرت جب کسی دوسری بیوی کے کپڑے (لحاف) میں ہوتے تو وحی نازل نہ ہوتی تھی مگر جب میرے کپڑے (لحاف) میں ہوتے تو نزول وحی ہوتا۔

(حبیب السیر ج ۱ ص ۴۲۴)

گویا وحی تو ان محترمہ کی وجہ سے آتی، اگر پیغمبر اسلام کی وجہ سے آتی تو جہاں بھی ہوتے وہاں آتی، اس طرح سوائے چند آیات کے سارا قرآن حضرت عائشہ کی محبت کا مرہون منت ہے غیر اقوام ایسی باتیں سن کر مضحکہ اڑاتی ہیں تو اس میں ان کا قصور کیا ہے۔ بھلا وحی الٰہی کو کسی عورت کے ساتھ سونے سے کیا تعلق۔

برخلاف اس کے ام سلمہ کی زندگی آنحضرت کے لئے مفید زندگی تھی ام سلمہ کے تعلقات آنحضرتؐ سے ویسے ہی تھے جیسے کہ اور ازواج سے۔ اس اعتبار سے

ام سلمہ بھی ان حالات سے واقف تھیں جو آنحضرتؐ کے طرز زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ قوت برائیں ہیں گو عامۃ المسلمین کے نزدیک حضرت عائشہ کے بعد تمام ازواج سے بہتر مانی جاتی ہیں مگر آپ سے ایک حدیث بھی ایسی نقل نہیں ہوئی جو خلاف شان نبوت و رسالت ہو۔ حضرت ام سلمہ سے آنحضرتؐ کی عبادت و ریاضت اور دیگر مشاغل خاصۂ نبوت کا علم ہوتا ہے۔ آپ سے کسی نے آنحضرتؐ کی عبادت شب کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ کان یصلی العشاء الآخر ثم یسبح ثم یصلی بعدھا ما شاء اللہ من اللیل ثم ینصرف فیرقد مثل ما صلی ثم یستیقظ من نومہ ذلک فیصلی مثل ما نام وصلوتہ الآخر تکون الی الصبح

آنحضرتؐ نماز عشاء کے بعد تسبیح پڑھتے تھے اور پھر نماز پڑھتے تھے (ایک حصہ شب تک) پھر مصلے سے اٹھ بیٹھتے تھے اور اتنی دیر آرام کرتے تھے جتنی دیر نماز پڑھی تھی پھر بیدار ہو جاتے تھے اور اتنی ہی دیر پھر نماز پڑھتے تھے جتنی دیر آرام فرمایا تھا آپ کی آخری نماز (نماز صبح سے) مل جاتی تھی۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا کہ آنحضرت کا باطن ہم کو بتا دیجئے آپ نے جواب دیا آنحضرتؐ کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ (مسند امام حنبل ج ۶ ص ۳۰۹)

اس مختصر سے جملہ میں جناب ام سلمہ نے پورا کردار رسالت سامنے رکھ دیا ہے مطلب یہ تھا کہ جس طرح آنحضرتؐ ظاہر میں صادق، امین، عادل اور منصف ہیں اور خلق عظیم پر فائز ہیں اسی طرح باطن میں بھی ہیں وہ اللہ کے سچے رسول ہیں، ظاہر اور باطن میں فرق ان لوگوں کے لئے ہوا کرتا ہے جو جھوٹے ہوتے ہیں ....

.... جناب ام سلمہ خانۂ نبوت میں آنے سے قبل ہی حکم خدا و رسول پر عمل پیرا تھیں اور یہ حکم الٰہی کی پابندی کا نتیجہ ہی تھا کہ اپنے جینے والے شوہر کی ہمیشہ وفادار رہیں اور مرتے دم تک کسی کی زبان پر شکوہ نہ آیا لیکن اب وہ خود پیغمبر اسلام کی زوجیت میں آئیں چاہیے تو یہ تھا کہ دوسری بعض ازواج کی طرح وہ بھی اس پر فخر کرتی مگر ایسا نہیں ہوا انھوں نے کبھی اس پر فخر و ناز نہیں کیا کہ وہ مرسل اعظم کی بیوی ہیں کیوں اس لیے کہ وہ جانتی تھیں ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

انھوں نے ایک عظیم شخص کی زوجہ ہونے کے ناتے امکانات کی کوشش کی کہ میرے شوہر کے دامن پاکیزہ پر میری وجہ سے کوئی دھبہ نہ لگ جائے یہ تو حضرت عائشہ ہی تھیں کہ جنھوں نے پیغمبر اسلام کو دنیا کے ان شوہروں جیسا سمجھ لیا تھا جو حسن و شباب کے فریفتہ اور گرویدہ ہوتے ہیں جناب عائشہ کو نبوت کی قطعاً معرفت نہ تھی لیکن جناب ام سلمہ نبوت کی پوری کی پوری معرفت رکھتی تھیں اس لیے نبوت کو وہ ہیں اگر انھوں نے اپنے فرائض کی ادائیگی میں شدت سے کام لیا، ہر اس کام کو ترک کیا جو آنحضرتؐ کو ناپسند تھا اور ہر اس امر کو بجا لائیں جس میں سرکار دو عالمؐ کی رضا ہوتی۔
نکاح کے دوسرے ہی دن بعد آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کہو تو تمہاری باری کا ایک ہفتہ مقرر کر دوں مگر اس صورت میں تمام ازواج کے لیے بھی ہفتہ ہفتہ مقرر کرنا پڑے گا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں آپ کی رضا کو بہتر جانتی ہوں لیکن میں آپ کی منشا کے ساتھ ہوں، جس میں آپ خوش اسی میں میں خوش۔ برخلاف اس کے جناب عائشہ آنحضرتؐ سے خلاف عدل یہ چاہتی تھیں کہ دوسری ازواج کی باری کا بھی انھیں کو مل جائے ـــ

جیسا کہ عصر جدید کے نامور عربی مؤرخ عباس محمود العقاد کی اس عبارت سے ظاہر ہے:۔

"تمام بیویوں میں حضرت ام سلمہ حضرت عائشہ کا کھلم کھلا مقابلہ کیا کرتی تھیں چونکہ رسول ان کی طبیعت اور سرشت سے اچھی طرح واقف تھے اس لیے ان سے بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ حضرت عائشہ کو یہ دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی تھی چنانچہ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول صلعم میرے پاس تشریف لائے میں نے کہا آپ سارا دن کہاں رہے، حضور نے جواب دیا حمیرا میں ام سلمہ کے پاس تھا میں نے کہا معلوم ام سلمہ کے پاس بیٹھ کر آپ کو کیا ملتا ہے؟ حضورؐ یہ سن کر مسکرا دیے اور زبان سے کچھ نہ کہا، میں نے کہا یا رسول اللہ یہ تو بتائیے دو گھاٹیاں ہوں ایک گھاٹی بنجر ہو جس کا سبزہ جانوروں نے کھا کر ختم کر دیا ہو اور ایک گھاٹی سرسبز و شاداب ہو اور جانوروں سے بالکل محفوظ ہو تو آپ کس گھاٹی میں سیر کرنا پسند کریں گے، حضور نے جواب دیا سرسبز و شاداب گھاٹی میں۔ میں نے کہا تب میرا رتبہ دوسری بیویوں سے بلند تر ہے کیونکہ میرے سوا اور کوئی کنواری عورت آپ کے عقد میں نہیں آئی (عائشہ، ترجمہ محمد احمد پانی پتی ص ۳۹)

مقصد یہ ہے کہ اس کنوار پن کا لحاظ کرتے ہوئے دوسروں کا حق بھی خلاف عدالت انھیں کو مل جانا چاہیے۔

جناب ام سلمہ نے کبھی اپنے راحت و آرام کی فکر نہ کی جس کی اعلیٰ مثال یہ ہے کہ ان کے پاس سفینہ نام کا ایک غلام تھا اس کو آزاد کر دیا مگر آنحضرتؐ کی خدمت مشروط تھی۔ (مسند امام حنبل ج ۶ ص ۲۹۶)

وہ رسولؐ کے آرام میں راحت محسوس کرتی تھیں انھوں نے کبھی اپنے نفقہ میں

زیادتی کے لئے رسولؐ سے درخواست نہ کی اس لئے کہ جانتی تھیں کہ یہ چیز خلاف عدل ہوگی جو شانِ نبوت کے منافی ہے جب کہ دوسری طرف اسلام کے مہر و ماہ کی بیٹیوں نے رسول اللہ سے یہ مطالبہ کیا کہ ان کے نان و نفقہ میں اضافہ کر دیا جائے اس لئے کہ انھیں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ناکافی ہوتا ہے اس مطالبہ نے اتنی شدت اختیار کی کہ قریب تھا کہ ہنگامہ ہو جاتا یا گھر بندی کی شکل اختیار کر لی۔ مدارج النبوۃ میں ہے کہ ایک دن حضرت ابوبکر خانۂ رسالت پر حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، انھوں نے دیکھا کہ دروازے کے باہر بہت سے لوگ کھڑے ہیں لیکن کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے حضرت صدیقؓ کو اجازت مل گئی تو ان کے بعد عمر آگئے اور اجازت چاہی ان کو بھی اندر آنے کی اجازت حاصل ہوگئی۔ ان دونوں نے دیکھا کہ آنحضرت بہت ہی رنجیدہ خاطر تشریف رکھے ہیں حضرت صدیق و فاروق کے پوچھنے پر آپ نے حضرت عائشہ اور حفصہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مجھ سے ایسی چیز کی فرمائش کر رہی ہیں جو میرے لئے مناسب نہیں ہے۔ (یعنی زیادتی نفقہ جو خلاف عدل ہے)۔

پس حضرت ابوبکر یہ سن کر اٹھے اور حضرت عائشہ کے طمانچہ مارا اور حضرت عمر نے حضرت حفصہ کی گردن زدنی کی۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۳۲) اس قسم کی باتیں عام عورتوں کے لئے بھی نامناسب اور قابل مذمت ہیں پھر وہ خواتین جن کو قرآن نے امہات المومنین کے مایہ ناز خطاب سے نوازا ہے انھیں اس قسم کی باتیں کب زیب دے سکتی ہیں۔ اسی لئے ان کے ان تکلیف دہ افعال پر قرآن نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ یا ایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا (سورہ احزاب)

اے رسول اپنی ازواج سے کہدو کہ اگر تم زندگانی دنیا اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو ادھر آؤ میں تم لوگوں کو کچھ ساز و سامان دیدوں اور شائستہ عنوان سے رخصت کردوں۔ یہ نان و نفقہ کا مطالبہ اس صورت میں تعجب کا ہے کہ تمام تحفے و تحائف اصحاب کی طرف سے اس وقت آتے تھے جب آنحضرتؐ خانۂ عائشہ میں ہوتے تھے چنانچہ حبیب السیر میں صحاح ستہ کی یہ روایت نقل ہے "در اصحاب اخبار وارد شدہ کہ چوں صحابہ کمال محبت حضرت رسالتمآبؐ را بصدیقہ میدانستند ہدایائے خود را در روز نوبت عائشہ می فرستادند" (حبیب السیر ج ۱ ص ۴۴۲)

ترجمہ صحاح ستہ میں اخبار وارد ہوئی ہیں کہ چونکہ اصحاب یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت کو حضرت عائشہ سے بہت زیادہ محبت تھی اس لئے اپنا اپنا ہدیہ حضرت عائشہ کی باری میں بھیجا کرتے تھے۔ (سیرت عائشہ۔ مولانا سلیمان ندوی ص ۴۵)

اس روایت سے دو اہم باتوں کا پتہ چلتا ہے ایک تو یہ کہ حضرت عائشہ آنحضرت کے فقر و فاقہ میں شریک نہ تھیں کیونکہ ان کی باری میں بہت سے تحائف آجاتے تھے دوسری بات یہ کہ ان تحائف کا مقصد زیادہ تر حضرت عائشہ کو فائدہ پہونچانا تھا کیونکہ اگر محض آنحضرت مقصود ہوتے تو جہاں بھی آپ ہوتے وہاں یہ تحائف پہونچتے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے اپنی بیٹیوں کو فقر و فاقہ سے بچانے کی کوشش کی۔

جناب ام سلمہ کو جو دولت و کرم ورثہ میں ملا تھا ان کے والد سخاوت ہی کی بنا پر زاد الراکب کہلاتے تھے آپ کی اس موروثی سخاوت میں پیغمبر اسلام کی زوجیت میں آکر مزید اضافہ ہوگیا وہ کبھی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتی تھیں اس لئے بھی

کہ رسولؐ کو غربا و محتاجوں کی امداد کرنا زیادہ پسند تھا، آپ خود فاقہ کر لیتے تھے مگر ان لوگوں کو سیر و سیراب فرماتے تھے۔ جناب ام سلمہ خود بھی سخی تھیں اور دوسروں کو بھی سخاوت کی تعلیم دیا کرتی تھیں آپ کے دروازہ پر ایک سائل تھا کسی موجودہ عورت نے کہہ کر "شادی آگئے جو منحوس برکت ہے"۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ خالی نہ واپس کرنا چاہیئے ایک چھوہارا ہی دیدیا ہوتا ــــــ

اور آپ کی حریف حضرت عائشہ کی حالت یہ تھی کہ خود سرکار رسالت کو محتاجوں اور غریبوں کی امداد دینے پر کنے کی جسارت فرماتی تھیں "رسول خدا بعض غربا اور محتاجوں کی تواتر سے امداد فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے اس کی وجہ پوچھی تو حضورؐ نے فرمایا خدیجہ نے مجھے ان لوگوں سے حسن سلوک کرتے رہنے کی وصیت کی تھی یہ سنتے ہی حضرت عائشہ غصہ میں آ کر کہنے لگیں خدیجہ خدیجہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک روئے زمین پر سوائے خدیجہ کے کوئی عورت ہی نہیں "رسول انتہائی حلیم الطبع تھے لیکن حضرت عائشہ کی یہ بات سن کر آپ نے ان سے بولنا چھوڑ دیا۔

(عائشہ مترجمہ محمد احمد پانی پتی صفحہ ۳۶)

اگر آنحضرتؐ کا یہ عمل ام المومنین کو پسند ہوتا تو غصہ کیوں آتا مطلب یہی تھا کہ اس امداد کو بند کر دیجیے ــــــ

بناؤ سنگھار اور عمدہ کپڑے پہننے کا ہر عورت کو حق ہے نبی کی بیبیاں خصوصاً حضرت عائشہ کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا لیکن سوال یہ ہے کہ ایک شریف اور غیرت مند عورت بناؤ سنگھار کس طرح کرتی ہے اور کس طرح کے کپڑے پہننے کا شوق ہوتا ہے ان امور سے کسی اجنبی کا کیا تعلق ہے ان باتوں پر قرآن نے

کیوں ٹوکا کہ اے نبی کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی سی نہیں ہو بس اگر تم کو پرہیزگاری منظور ہے تو اجنبی آدمی سے بات کرنے میں لگی لپٹی بات نہ کرو تاکہ جس کے دل میں کچھ شہوت کا مرض ہے وہ کچھ اور آرزو نہ کرے اور صاف صاف شائستہ عنوان سے بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہو اور زمانہ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگھار دکھاتی نہ پھرو۔ (پ ۲۲ سورہ احزاب) اسی بناء الشرف میں حضرت عائشہ کے ساتھ ام المومنین حضرت ام سلمہ اور دوسری بیبیاں بھی تو شامل تھیں جو عزت و شرف میں حضرت عائشہ سے کچھ زیادہ ہی تھیں۔ جناب ام سلمہ آنحضرتؐ کے خاندان سے تھیں انھوں نے ایک دن ایک طوق پہن لیا تھا جس میں سونے کی ملاوٹ تھی آنحضرت نے اس کو ناپسند فرمایا، آپ نے فوراً اُتار دیا اور اس کے بعد پھر کبھی آپ کے گھر میں دولت کے آثار نہیں نظر آئے۔

(مسند امام حنبل ج ۶ ص ۳۰۶)

آپ کی زندگی نہایت زاہدانہ تھی وہ ہر ماہ دو شنبہ، پنجشنبہ اور جمعہ کو روزہ رکھتی تھیں۔ (مسند، ج ۶ ص ۲۹۵)

نیک باتوں میں شرکت کی آپ کو دلی خواہش رہتی تھی۔ اکتساب ثواب کا کوئی ذریعہ ترک کرنا پسند نہ تھا اسی بناء پر وقت نزول آیۂ تطہیر آنحضرتؐ سے عرض کیا کیا میں اہلبیت میں نہیں ہوں کیونکہ آنحضرتؐ علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کی طہارت کی دعا فرما رہے تھے اور یہ طہارت وہ طہارت نہ تھی جو ہر فرد بشر اپنے دست و بازو کی شرکت سے کر سکتا ہے یہ طہارت کچھ ایسی تھی جو تمام امت یا تمام صحابہ کیلئے بھی عمومیت حاصل نہ کر سکی اور فقط اہلبیت سے او رحصار ردائے مبارک

صرف انھیں لوگوں کے لئے مخصوص ہو گئی جو کساء میں موجود تھے۔ اس رمز کو ام سلمہ سمجھیں اور آپ نے اپنے ذوق خیر سے اپنی شرکت کی آرزو کا اظہار کر دیا لیکن آنحضرت نے یا تو زبان ہی سے صرف منع فرمایا یا جب یہ ردا کا گوشہ اُٹھا کر داخل ہونے لگیں تو آپ نے چادر کو ہاتھ میں دبا کر بھی بتایا کہ یہ تمہاری جگہ نہیں ہے (انکِ علی الخیر تم مطلوبہ خیر پر ہو .... آپ فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت میرے گھر میں تھے کہ علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کے آنے کی خبر ہوئی تو آپ نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو میرے اہلبیت میں تنہا چھوڑ دو تم ہٹ جاؤ تو میں قریبی حجرہ میں چلی گئی، یہ حضرات تشریف لائے آنحضرتؐ نے حسینؑ کو گود میں بٹھا لیا پیار کیا ایک ہاتھ علیؑ کی گردن میں ڈالا اور دوسرا فاطمہؑ کی گردن میں اور فرمایا اللھم الیک لا الی النار انا و اھلبیتی فقلت انا یا رسول اللہ فقال انت، خداوندا میں اور میرے اہلبیت تیرے لئے ہیں نہ کہ نار کے لئے، میں نے عرض کی اور میں فرمایا اچھا تم بھی سہی۔

آپ نے کبھی آنحضرت سے قابل نفرت اور لائق ملامت کھیل کود اور لہو و لعب کی فرمائش نہ کی، آپ کی پاکیزہ زندگی میں کہیں دور تک نظر نہیں آتا کہ حبشیوں کا ناچ یا گدکا کا چھری سے دلچسپی رہی ہو اور نہ آنحضرتؐ کی بارگاہ میں اس بات کی جسارت کی کہ آئیے ذرا میدان میں دوڑ کر دیکھیں آپ آگے نکل جاتے ہیں یا میں۔ جناب ام سلمہ اس قسم کی سوقیانہ حرکتوں عامیانہ ذہنیتوں اور ذلیل و رکیک افعال و اعمال سے ارفع و اعلیٰ تھیں، وہ ہمیشہ انسانیت کی شاہراہ پر گامزن رہیں، وہ کاشانۂ نبوت میں داخل ہونے سے پہلے بھی صراط مستقیم پر قائم تھیں

جب وہ نبی کریمؐ کے بیت الشرف کی زینت بنیں تو ان کی اطاعت و عبادت اور تبلیغ و تعلیم سے متاثر ہو کر شریک مقصد قرار پائیں اور بعد خدیجۃ الکبریٰ آپ کی بہترین شریک زندگی ثابت ہوئیں ————

اعتماد نفس

جناب ام سلمہ زوجیت پیغمبر میں اس وقت داخل ہوئیں جب مختلف رنگ نسل اور سیرت و کردار کی بیویاں گھر میں موجود تھیں جو اپنی افتاد طبع اور مزاج کے اعتبار سے اخلاق و عادات میں بھی مختلف تھیں۔ ان میں کچھ نیک طینت اور نیک سیرت بھی تھیں اور کچھ ایسی بھی تھیں جو عام عورتوں کی ذہنی سطح سے ذرا بھی بلند نہ تھیں، رشک و حسد دوسروں کے عیوب کی جستجو و تلاش، دوسروں پر آوازہ کسنا، پھبتی اُڑانا، بات بات پر شوہر سے روٹھ جانا، بے جا فرمائشات کی بھرمار مرد کو دق کر دینا عام عورتوں کی خصوصیات میں سے ہے۔ بزم ازدواج نبی بھی ان عیوب سے پاک نہ تھی ان میں بھی ایسی خواتین کا پتہ چلتا ہے جو ایک دوسرے سے رشک و حسد کرتی تھیں، آوازیں کستی اور مذاق اڑاتی تھیں، ایک دوسرے کے خلاف تدابیر سوچتیں، اسکیمیں بناتیں اور حضورؐ کو بدظن کرنے اور چھیڑنے کے لئے ایک دوسرے کی مخالفت میں جائز و ناجائز طریقے استعمال کرتی تھیں۔

داخل بزم ازدواج ہوتے وقت اس پرخطر ماحول اور نازک وقت سے جناب ام سلمہ بخوبی واقف تھیں، وہ بہت قریب سے ان حالات کا علم

رکھتی تھیں وہ یہ بھی جانتی اور اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ ایک عورت کا کسی مرد کی تنہا زوجیت میں رہ کر اس کے حقوق و فرائض کو پورا کرنا، اس کا وفادار اور اطاعت شعار ہو کر زندگی گذارنا اور اپنی حسن خدمت سے اپنی حسن سیرت کو بنائے رکھنا بڑا کام ہے اور جب کہ مخالفین بھی موجود ہوں، پہرہ دار اور عیوب تلاش کرنے والے بھی موجود ہوں، ان حالات میں اپنی حسن خدمت اور وفاداری سے شوہر کے دل کو موہ لینا اس سے بھی بڑا کارنامہ ہے۔

جناب ام سلمہ کوئی معصوم تو تھی نہیں یہ ممکن تھا کہ وہ کسی کی عیب جوئی یا غیبت کی پرواہ نہ کرتیں لیکن یہ تو ممکن تھا کہ کبھی نہ کبھی ان سے کوئی فعل اس ماحول میں رہ کر ایسا ہو جائے جو خلاف مزاج نبوت ہو، آپ کیسے اپنے نفس کی ضمانت دے سکتی تھیں کہ وہ اس پُر خطر ماحول سے متاثر نہ ہوگا جبکہ انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ جیسا کسی انسان کو کرتے دیکھتا ہے خود بھی کرنے لگتا ہے اور خصوصیت سے صنف نازک ـــــ

لیکن دنیا جانتی ہے کہ جناب ام سلمہ نے اپنے نفس کی طرف سے ضمانت دی، وہ اس نازک وقت میں بزم ازواج میں آئیں اور زندگی کی اس پُر خطر راہ میں بڑا ہی سنبھل سنبھل کر قدم رکھا، آپ نے جو ایک بہت بڑی ذمہ داری لی تھی اور اپنے نفس کی ثابت قدمی اور صبر و استقلال پر جو ضمانت دی تھی وہ اس میں کامیاب ہوئیں اور انھوں نے یہ بتا دیا کہ مجھے اپنے نفس پر جو اعتماد تھا وہ بجا تھا بے جا نہ تھا۔

وہ اس صراط مستقیم پر جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے

زیادہ تیز تھا بے خوف و خطر گذر گئیں، عیب تلاش کرنے والے عیب تلاش کرتے رہ گئے لیکن انھیں آپ کی پاک سیرت میں کوئی عیب نہ مل سکا، زمانہ نے آپ کے زاد سفر آخرت میں ڈاکہ زنی کی کوشش کی لیکن اپنا سا منہ تکتے رہ گئے۔ کوئی جھوٹے سے جھوٹا واقعہ بھی اس قسم کا نہیں ملتا کہ جس میں آپ پر کوئی الزام لگایا گیا ہو یا رسولؐ آپ سے ناراض ہوئے ہوں، ہاں ایک روایت گھڑ کر تیار کی گئی اور وہ روایت یہ ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ کی بیبیاں دو پارٹیوں میں منقسم تھیں ایک پارٹی میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ تھیں اور دوسری پارٹی میں ام سلمہ اور دوسری تمام ازواج طاہرات تھیں اور لوگ جانتے تھے کہ آنحضرتؐ کو تمام ازواج میں حضرت عائشہ سے زیادہ محبت تھی اس وجہ سے جب کسی شخص کے پاس کوئی چیز ہوتی تھی اور وہ آنحضرتؐ کے پاس ہدیہ کرنا چاہتا تھا تو وہ تاخیر کرتا تھا تاکہ حضرت عائشہ کی باری آجائے اور وہ شخص اس شے کو آنحضرتؐ کے پاس حضرت عائشہ کے گھر میں بھیجدے۔ اس پر حضرت ام سلمہ کی پارٹی نے اعتراض کیا اور ام سلمہ سے کہا کہ آنحضرتؐ سے عرض کرو کہ وہ لوگوں سے کہدیں کہ لوگ حضرت عائشہ کی تخصیص نہ کریں بلکہ جس کے گھر میں بھی آنحضرتؐ ہوں وہاں تحائف و ہدایا بھیجدیا کریں۔ ام سلمہ نے اسی طرح آنحضرتؐ سے کہا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تو مجھ کو عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دے کیونکہ وحی سوائے عائشہ کے کسی کے لحاف میں مجھ پر نازل نہیں ہوئی۔ ام سلمہ نے کہا اے اللہ کے رسول میں اس امر میں اللہ سے

توبہ کرتی ہوں، جب ام سلمہ کی پارٹی ان کی طرف سے مایوس ہوگئی تو آنحضرتؐ کی صاحبزادی جناب فاطمہ زہرا کو یہی پیغام دے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا، فاطمہ گئیں اور حضرتؐ سے کہا کہ آپ کی بیبیاں آپ سے عائشہ کے بارے میں عدل چاہتی ہیں، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بیٹی کیا تو اس کو نہیں چاہتی جس کو میں چاہتا ہوں، حضرت زہرا نے کہا کیوں نہیں میں وہی چاہتی ہوں جو آپ چاہتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بس دوست رکھو عائشہ کو۔

(حبیب السیر ج ۱ ص ۴۴۴)

اس روایت کے بعض حصوں کو ہم نے عرفانِ نبوت اور خدا شناسی کے عنوان میں بھی بیان کیا ہے اور اس میں جو سقم ہے اس کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے کہ وحی کو کسی عورت کے پاس ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ مضحکہ خیز چیز ہے نیز ہدایا بھیجنے والوں کو آپ سے کوئی محبت نہ تھی اگر آپ سے ہوتی تو جہاں آپ ہوتے وہیں ہدیا آیا کرتے۔ اور اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معاذ اللہ آنحضرتؐ محبت عائشہ میں ایسے کھوئے ہوئے تھے کہ ام سلمہ انصاف چاہتی تھیں اور آپ کو انصاف سے اذیت پہونچتی تھی علاوہ ازیں خود جناب عائشہ کے اس اعتراف فضیلت شرف کے مقابل میں جو انھوں نے بصرہ جانے سے پہلے ام سلمہ کے سامنے کیا ہے کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ محدث جمال الدین کتاب روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بجکہ بخانہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا رفت چہ وے نیز از مدینہ بعزم حج گزاردن بمکہ رفتہ بود و بعد از تقدیم مراتب تسلیم و تحیت با وے گفت

اے دختر ابو امیہ بدرستیکہ تو اول ضعیفہ ہستی کہ در راہ خدا و رسول مہاجرت کردی و بواسطہ شرف فراش حضرت رسالت عظیم الشان و رفیع القدری و از میان امہات مومنین بخواص و مزایا ممتازی (روضۃ الاحباب) بحالت قیام مکہ ایک دن حضرت عائشہ حضرت ام سلمہ سے ملنے گئیں جو بارادہ حج بیت اللہ مکہ تشریف لائی تھیں بعد مراسم سلام و تحیت حضرت عائشہ نے حضرت ام سلمہ سے کہا کہ اے بنت ابی امیہ آپ اول وہ بی بی ہیں جنھوں نے راہ خدا میں ہجرت کی اور بواسطہ شرف زوجیت ہی تمہاری شان اور منزلت عظیم ہے اور تم امہات مومنین میں اپنے فضائل کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ممتاز ہو۔

اوپر والی روایت میں حضرت عائشہ کو اتنا محبوب رب العالمین اور مرغوب رحمۃ للعالمین بتایا گیا ہے کہ وحی کسی کی دوسری جگہ آتی ہی نہ تھی سوائے خانہ عائشہ کے۔ یہ روایت معارض ہے ان بیشمار احادیث و روایات کے جن میں رسولؐ کا آپ سے ناراض ہونا، غضبناک ہونا اور ایک ایک مہینے تک بات نہ کرنا بیان کیا گیا ہے اور ان آیات قرآنی کے بھی جو حضرت عائشہ اور ان کی ساتھی ازواج کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں جن میں سے بعض آیات ہم نقل کر چکے ہیں اور بعض نقل کر رہے ہیں:

یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین (سورہ احزاب) اے نبی کی بی بیو! تم میں سے جو کوئی کسی صریحی ناشائستہ حرکت کی مرتکب ہوئی تو اس کا عذاب بھی دوگنا کر دیا جائے گا۔

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا فلما نبات بہ واظہرہ اللہ علیہ عرف بعضہ واعرض عن بعض فلما نبأہا بہ قالت من

نبانی ھذا قال نبانی العلیم الخبیر۔ (سورہ مریم) اور جب پیغمبر نے اپنی بعض بیوی (حفصہ) سے چپکے سے کوئی بات کہی پھر جب اس نے ممانعت کے باوجود اس بات کی (عائشہ کو) خبر دیدی اور خدا نے اس امر کو رسول پر ظاہر کر دیا تو رسول نے (عائشہ کو) بعض بات (قصہ ماریہ) بتادی اور بعض بات (قصہ شہد) ٹال دی غرض جب رسول نے اس واقعہ (حفصہ کے افشاء راز) کی اس (عائشہ) کو خبر دے دی تو (حیرت سے) بول اٹھی آپ کو اس بات (افشاء راز) کی کس نے خبر دی، رسول نے کہا مجھے بڑے واقف کار و خبردار خدا نے بتادیا۔"

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ وجبرائیل وصالح المؤمنین والملائکۃ بعد ذالک ظھیرا۔ (سورہ تحریم) اے (عائشہ و حفصہ) اگر تم دونوں (اس حرکت) سے توبہ کرو تو (خیر کیونکہ) تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہیں، اور اگر تم دونوں رسول کی مخالفت میں ایک دوسرے کی اعانت کرتی رہو گی تو (کچھ پرواہ نہیں کیونکہ) خدا اور جبرائیل اور تمام ایمان داروں میں نیک شخص ان کے مددگار ہیں اور اس کے بعد کل فرشتے بھی ان کے مددگار ہیں۔

فقد صغت قلوبکما (تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہیں) کی قرآنی یقینی بانی اور خدا و نبی کے قرآن و ارشادات سے مسلسل حضرت عائشہ کی روگردانی کے باوجود ان کو محبوب رب العالمین اور مرغوب رحمۃ للعالمین کہنا اور سمجھنا انسانی عقل و شعور اور فکر و نظر کا انکار ہے۔

محبت کی کامیابی

محبت کا معیار اتباع و پیروی ہے اور اس کے سچے اور جھوٹے ہونے کا فرق اطاعت سے ظاہر ہوتا ہے کوئی شخص اگر آپ کی محبت کا دعویدار ہے تو کیا صرف اس کے زبانی دعویٰ پر اعتماد کر لیں گے، نہیں! ہوتا یہ ہے کہ جو شخص آپ کی دوستی کا دم بھر رہا ہے آپ اس کو آزمائیں گے۔ اس آزمائش کے بہت سے طریقے ہیں چاہے تو کسی کام کے کرنے کا حکم دیدیجئے اور چاہے کسی چیز کی فرمائش کر دیجئے یا کوئی بات کہیے اور اس کو راز میں رکھنے کے لئے کہہ دیجئے، اگر آپ کی دوستی کا دم بھرنے والا آپ کا کام کر دیتا ہے آپ کی فرمائش پوری کر دیتا ہے یا آپ کے راز کو افشا نہیں کرتا تو آپ سمجھ لیجئے کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے، اور اگر آپ کے حکم کی پیروی نہیں کرتا یا آپ کی فرمائش کو ہنسی میں اڑا دیتا ہے تو سمجھ لیجئے کہ وہ دوست نہیں ہے، دوست کو اپنے دوست کی ہر نقل و حرکت سے محبت ہوتی ہے اور محبوب کو جو شئے مرغوب ہوتی ہے حبیب بھی اس چیز کو دوست رکھتا ہے اور جس چیز سے محبوب نفرت کرتا ہے حبیب بھی اس چیز سے نفرت کرتا ہے، یہی معیار محبت قرآن نے بھی بتایا ہے ارشاد ہوتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ اے پیغمبر ان مسلمانوں سے کہہ دو کہ اگر خدا کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا۔ انبیاء و مرسلین کو راہ راست خدا کی محبت کا دعویٰ تھا، خدا نے ان کی محبت کا بھی

امتحان لیا اور اسی معیار پر پرکھا لیکن خود سمجھنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو سمجھانے کے لئے۔ جناب ابراہیم کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا صرف اس لئے کہ دنیا دیکھ لے کہ جو ہماری محبت کا دم بھرتا ہے وہ ہماری محبت کے مقابلہ میں اکلوتے بیٹے کو بھی عزیز نہیں رکھتا اور جب معیار امتحان پر کامل اترا تو بیشک پھر محبت کی سند بھی مل گئی اور خلیل کا لقب بھی۔ فطری بات بھی ہے کہ اگر کسی کو کسی سے محبت ہوگی تو وہ اس کے ساتھ چلے گا ہر اس چیز کو دوست رکھے گا جو اسے دوست ہوگی اور ہر اس چیز سے نفرت کرے گا جس سے اسے نفرت ہوگی۔ ائمہ طاہرین نے بھی اطاعت ہی کو معیار محبت قرار پایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سہیل خراسانی حاضر ہوئے انھوں نے کہا آپ اپنے حقوق طلب کرنے کے لئے تلوار کیوں نہیں اٹھاتے، آپ نے فرمایا اعوان و انصار کہاں ہیں؟ سہیل نے کہا حضور کے قدموں پر جاں نثار کرنے والے دنیا میں بہت ہیں اس وقت ایران میں ہزاروں تلواریں ہیں جو آپ کے اشارہ پر کھنچ سکتی ہیں وہ سب آپ کے دوست ہیں۔

یہ سن کر حضرت نے تھوڑی دیر کے لئے خاموشی اختیار فرمائی پھر خادم کو حکم دیا کہ تنور میں آگ روشن کر دے، آگ روشن ہو گئی تو آپ سہیل کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا سہیل اس تنور میں داخل ہو جاؤ، ان کے جسم پر لرزہ پڑ گیا معافی طلب کی، حضرت نے سکوت فرمایا، تھوڑی دیر میں ہارون مکی داخل ہوئے ابھی نعلین ہاتھ میں تھیں سفر سے واپس آئے تھے جواب سلام کے بعد سب سے پہلے حضرت نے ان سے یہی فرمایا کہ اے ہارون اس تنور میں داخل ہو جاؤ انھوں نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کیا واقعہ ہے فوراً تنور کی طرف متوجہ ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ محبت کی کسوٹی ہے حکم کا

جناب ام سلمہ نے اظہار اسلام کیا یا دوسرے لفظوں میں خدا اور رسول کی محبت کا دعویٰ کیا اور پھر اللہ و رسول کی جانب سے جو حکم ملتا رہا اس کی پیروی کرتی رہیں معیار امتحان پر ان کی محبت پکی اتری تو اب مراتب میں بھی اضافہ ہوا پہلے صرف مسلمہ و مومنہ تھیں اب ام المسلمین و ام المومنین کے لقب سے سرفراز کی گئیں، قائم مقام خدیجۃ الکبریٰ قرار پائیں، انت علی الخیر کا خطاب پایا اور اپنے فضائل کی وجہ سے امہات مومنین میں خصوصی امتیاز حاصل کیا، اللہ نے اہلبیت رسولؐ کی طہارت و پاکیزگی کے لئے آپ ہی کے گھر کا انتخاب فرمایا، آپ ہی کی آنکھوں نے وہ اجتماع نور دیکھا جس کو صرف حضرت آدم زیر عرش دیکھ سکے تھے۔ آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک چادر کے نیچے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو جمع کر کے دعا فرمائی: اللھم ھؤلاء اھلبیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا، دعائے رسولؐ مقبول ہوئی کہ انھیں الفاظ کے ساتھ آیت بن کر اتری، ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی تو انھیں کے ساتھ ہوں، آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر اچھی ہو اس واقعہ کو ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے، آپ فرماتی ہیں کان النبی فی بیتی، فاتتہ فاطمۃ ببرمۃ فیھا حریرۃ قد خلت بھا فقال لھا ادعی زوجک وابنیک، قالت فجاء علیؑ و حسنؑ و حسینؑ فدخلوا علیہ فجلسوا یاکلون من تلک الحریرۃ وھو علی منامۃ لہ وکان تحتہ کساء خیبری قالت وانا اصلی فی الحجرۃ فانزل اللہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس ویطھرکم تطھیرا

فاخذ فضل الکساء فغشاهم به ثم اخرج یده فالوی بها الی السماء ثم قال اللهم هؤلاء اهل بیتی وخاصتی فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا اللهم هؤلاء اهل بیتی وخاصتی فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا قالت فادخلت راسی البیت فقلت وانا معکم یا رسول اللہ فقال انک الی خیر

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت میرے گھر میں تھے کہ فاطمہ زہرا ایک دیگچی میں حریرہ لئے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو بھی بلا لاؤ، آپ فرماتی ہیں کہ پھر علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ بھی آئے اور سب نے بیٹھ کر وہ حریرہ نوش فرمایا، اس وقت آنحضرتؐ اپنے بستر پر تشریف فرما تھے اور ایک خیبری چادر آپ کے نیچے بچھی ہوئی تھی اور میں اپنے حجرہ میں نماز پڑھ رہی تھی پس اللہ نے آیۂ تطہیر نازل فرمائی، آنحضرت نے چادر کا بقیہ حصہ ان سب پر ڈال کر اڑھا دیا پھر اپنا ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف بلند فرمایا اور کہا خداوندا یہی میرے اہلبیت اور مخصوص قرابت دار ہیں ان سے رجس کو دور کر اور جیسا پاک کرنے کا حق ہے ویسا پاک کر دے آپ نے یہ دعا دو مرتبہ فرمائی، میں نے حجرہ سے گھر کی طرف اپنا سر نکال کر عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی تو آپ کے ساتھ ہوں، آنحضرتؐ نے کہا تم اپنی جگہ خیر پر ہو۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۸۹)

جب محبت کرنے والا اپنے دعوے میں سچا ثابت ہوتا ہے تو پھر محبوب کی طرف سے بھی اس کی ہر تمنا کو پورا کیا جاتا ہے۔ جناب ام سلمہ کے ہر عمل میں سچائی تھی لہذا اللہ و رسول کی جانب سے جوابی محبت کا ہونا لازمی بات ہے اس لئے کہ اس نے وعدہ

کیا تھا کہ اگر تم اللہ کے دوست ہو تو میرا اتباع کرو اللہ بھی تم کو دوست رکھے گا چنانچہ ایک دن ام سلمہ نے حضرت رسول خدا سے عرض کیا یا رسول اللہ کیا سبب ہے کہ قرآن مجید میں ہمارا ذکر نہیں، آپ نے آیت ذیل تلاوت فرمائی:۔ ____

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات الخ یعنی خدا مسلم مردوں اور عورتوں اور مومن مردوں اور عورتوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کرتا ہے۔ ____ آپ کا گھر ملک مقرب کے اترنے کی جگہ قرار پایا اور آپ نے جبرائیل امین کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا اور بعد کو معلوم ہوا کہ روح الامین تھے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲)

بارگاہ نبوت میں جتنا تقرب جناب ام سلمہ کو تھا جناب خدیجۃ الکبریٰ کے بعد کسی دوسری بیوی کو حاصل نہ ہو سکا حالانکہ بزعم ازواج میں ایک نہیں نو نو بیویاں موجود تھیں، آنحضرتؐ سب سے پہلے اپنی ازواج میں حضرت ام سلمہ ہی سے اپنے دل کی بات کہتے تھے ذیل کا واقعہ اس پر روشنی ڈال رہا ہے:۔ ____

ابو لبابہ کو آنحضرتؐ نے بنی قریظہ سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا تھا انھوں نے اپنی خدمت پوری کی مگر ہاتھ کے اشارے سے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تم نے بات نہ مانی تو سب کے سب قتل کر دئے جاؤ گے، افشاء راز رسول کوئی معمولی بات نہیں ہوا کرتا ان کا ضمیر ان پر ملامت کرنے لگا واپس ہو کر اپنے آپ کو ستون مسجد سے جکڑ دیا اور توبہ توبہ کرنے لگے کئی روز اسی طرح گذر گئے، آخری روز آنحضرتؐ خانۂ ام سلمہ میں مسکراتے ہوئے اٹھے، ام سلمہ نے عرض کی خدا آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے اس وقت مسکرانے کی کیا وجہ ہے، فرمایا کہ ابو لبابہ کی توبہ قبول ہو گئی، ام سلمہ

سن کر شاد ہو گئیں اور پوچھا کہ حکم ہو تو یہ مژدہ پہنچا دوں، فرمایا اچھا کہہ دو ام سلمہ نے دروازہ سے پکار کر فرمایا اے ابو لبابہ خدا مبارک کرے تمہاری توبہ قبول ہو گئی، اس آواز کا گونجنا تھا کہ تمام مدینہ اُمنڈ آیا۔

(طبقات ابن سعد ص۵۴ ج ۲ قسم اول)۔

ان تمام واقعات کا تعلق مخصوص خانہ ام سلمہ اور وحی سے ہے لہذا اب اس حدیث کو کس طرح صحیح مانا جائے جس میں کہا گیا ہے کہ ام سلمہ تم عائشہ کے بارے میں مجھے اذیت نہ دو کیونکہ مجھ پر وحی نازل ہی نہیں ہوتی جب میں ان کے علاوہ کسی دوسری بی بی کے کپڑے میں ہوتا ہوں، اور یہ ہو نہیں سکتا کہ حدیث کا ایک جزو لیا جائے اور ایک چھوڑ دیا جائے لہذا وہ حدیث اپنے پورے واقعہ کے ساتھ ختم ہو جائے گی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مقصد جو جناب خدیجہ کو زوجیت کا شرف بخشنے میں تھا ابھی باقی تھا اور وہ مقصد صرف ام سلمہ کی زوجیت سے حاصل ہوا، اور یہ جو عباس محمود العقاد نے لکھا ہے کہ "حضورؐ کے نکاح بالعموم دو اغراض کے تحت ہوتے تھے۔ (۱) بعض عورتیں اپنے خاوند کی وفات کے بعد بالکل بے سہارا ہو جاتی تھیں حضور ان کے بے کسی اور بے بسی کا مداوا کرنے کے لئے ان سے نکاح کر لیتے تھے (۲) بعض ازواج سے نکاح کرنے میں یہ غرض پنہاں تھی کہ حضورؐ ان کے قبیلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے ان سے تعلقات قائم کرنا چاہتے تھے یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ حضورؐ کی بیشتر ازواج آپ کے عقد میں آنے سے قبل مصائب اور خطرات کے طوفانوں میں سے گزر چکی تھیں (عائشہ ص۱۱۵)

جناب ام المومنین حضرت ام سلمہ ان اغراض و مقاصد سے بالاتر ہیں جہاں تک

ان کی امداد کی بات ہے تو وہ آنحضرتؐ کی قریبی رشتہ دار تھیں یوں بھی صلۂ رحم کے تحت رسولؐ ان کی امداد فرما سکتے تھے، بات اصل یہ تھی کہ آپ اپنی ازواج کی طینت اور سرشت سے اچھی طرح واقف تھے ان میں کوئی ایسی نہ تھی کہ جو جناب خدیجۃ الکبریٰ کی قائم مقام بن کر شریک مقصد بنی ہو اور آپ کی محرم راز بن سکے جس کے ثبوت میں حضرت عائشہ اور حفصہ کے واقعات گواہ ہیں، ان میں شہد اور پھر حضرت ماریہ قبطیہ کا واقعہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے حضورؐ کی ایک بی بی زینب بنت جحش آپ کے لئے شہد کا انتظام کیا کرتی تھیں حضورؐ بہت شوق سے اسے نوش فرماتے تھے چونکہ زینب امہات المومنین میں سب سے زیادہ خوبصورت تھیں حضورؐ ان کا خیال بھی بہت رکھتے تھے حضرت عائشہ کو فکر ہوئی کہ کہیں حضورؐ کی کامل توجہ انہی کی طرف مبذول نہ ہو جائے، انھوں نے حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے ساتھ مل کر ایک اسکیم تیار کی جس کا مقصد یہ تھا کہ حضورؐ کی طبیعت کو اس شہد کی طرف سے پھیر دیا جائے جو زینب آپ کیلئے مہیا کرتی ہیں۔ اس اسکیم کا حال حضرت عائشہ خود اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرتی ہیں:۔

"میں نے اور حفصہ نے مل کر یہ منصوبہ بنایا کہ ہم میں سے جس کسی کے پاس رسولؐ تشریف لے جائیں تو وہ آپ سے کہے یا رسول اللہ آپ نے مغافیر نوش فرمایا ہے (مغافیر ایک شیریں لیکن بدبودار چیز ہوتی ہے اور رسولؐ کو بدبودار چیزوں سے سخت نفرت تھی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے حضرت عائشہ کے پاس گئے انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے مغافیر تو نہیں کھایا البتہ زینب بنت جحش کے پاس شہد ضرور پیا ہے

جب جناب عائشہ زیادہ ہی جھنجھلا گئیں تو آپ نے رفع شر کے لئے فرمایا کہ اچھا میں اب نہیں لوں گا ہو سکتا ہے اس شہد میں مغافیر کی بدبو ہو۔

لیکن آپ نے اس خیال سے کہ زینب کو معلوم ہوگا تو ان کی دل شکنی ہوگی فرمایا کہ اس کو کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرنا لیکن حضرت عائشہ نے اپنی ہمراز سے فخریہ اپنی کامیابی کو بیان کر دیا۔ ماریہ قبطیہ کو رسولؐ سے چھڑانے کی ذمہ داری حضرت حفصہ نے لی تھی چنانچہ ایک دن وہ اپنے میکے گئی ہوئی تھیں آنحضرتؐ ان کے گھر میں تھے جناب ماریہ قبطیہ کو اپنی خدمت کیلئے بلا لیا جب حضرت حفصہ نے آکر اپنے گھر میں ماریہ قبطیہ کو دیکھا تو غصہ سے بے قابو ہو گئیں۔ آنحضرتؐ نے تنہائی میں لیجا کر سمجھا دیا اور فرمایا کہ ماریہ میرے اوپر حرام ہے لیکن اس کو کسی پر ظاہر نہ کرنا لیکن حضرت حفصہ نے اپنی مشیر یک مقصد حضرت عائشہ سے اس کا تذکرہ کر دیا۔ اللہ نے اپنے رسول کو اس افشاء راز سے مطلع کر دیا۔ اس واقعہ کو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے:

واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا الآیۃ یعنی جب پیغمبر نے اپنی بعض بیوی (حفصہ) سے چپکے سے کوئی بات کہی پھر جب اس نے باوجود مخالفت اس بات کی عائشہ کو خبر دی اور خدا نے اس امر کو رسول پر ظاہر کر دیا تو رسولؐ نے عائشہ کو بعض (قصہ ماریہ) بتا دی اور بعض بات (قصہ شہد) ٹال دی۔ غرض جب رسول نے اس واقعہ (حفصہ کے افشاء راز) کی کس نے خبر دی، رسولؐ نے کہا مجھے بڑے واقف کار (خدا) نے بتا دیا۔ اے عائشہ اور حفصہ تم دونوں اس (حرکت) سے توبہ کرو تو خیر کیونکہ تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہیں۔

آنحضرتؐ کو ضرورت تھی ایک ایسی ذات کی جو ان تکلیف دہ حالات میں سکون و

راحت دے سکے دکھ درد میں کام آ سکے، رسولؐ اس سے اپنے دل کی بات کہہ سکیں اور وہ رسول کی محرم راز اور امانت دار ہو سکے لہٰذا اس کے لئے آپ نے ام سلمہ کا انتخاب کیا۔ ام سلمہ کو آنحضرتؐ کے راز دل کا کافی احترام تھا اور افشاء راز تو ایک عظیم جسارت و جرم ہے جو ایک معمولی انسان کی بیوی کے لئے بھی نامناسب ہے چہ جائیکہ رسول اعظم کی بیوی اور وہ عورت جس کو قرآن مجید نے ام المومنین کے معزز خطاب سے سرفراز کیا ہو۔ ام سلمہ کو آنحضرتؐ نے وہ علم اسرار بھی تعلیم کیا تھا جس کے ایک ناقل حذیفہ تھے ایک روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تشریف لائے اور آپ سے عرض کرنے لگے کہ مادر گرامی میں بڑا مالدار ہو گیا ہوں یہاں تک کہ قریش میں میرے برابر کوئی دولت مند نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو صاحبزادے پھر راہ خدا میں خرچ کیوں نہیں کرتے ہم نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میرے اصحاب میں بعض ایسے ہیں جن کو بعد انتقال نہ میں دیکھوں گا اور نہ وہ مجھے دیکھیں گے یہ سن کر عبدالرحمٰن گھبرا گئے اور فوراً حضرت عمر سے آکر اس حادثہ کی خبر کی، آپ بھی بہت پریشان ہوئے اور آکر ام سلمہ سے کہنے لگے ذرا سچ سچ بتائیے کہ میں بھی انہیں اصحاب میں ہوں آپ نے کہا تم تو نہیں مگر تمہارے بعد اور کسی کا استثناء نہیں کروں گی۔

(مسند، ج ۶ صفحہ ۲۹)

آپ آنحضرتؐ کے راز معلوم کرنے کی بھی درپے نہ ہوتی تھیں چنانچہ وقت وفات جب آنحضرتؐ نے سیدہ عالم سے سرگوشی کی اور فاطمہ زہرا پہلی مرتبہ روئیں اور دوسری مرتبہ ہنس دیں تو حضرت عائشہ بیتابانہ آئیں اور پوچھنے لگیں کہ کیا کہا اور تمہارے رونے اور ہنسنے کا کیا سبب تھا جس کا جواب سیدہ نے نہ دیا جو ایک حقیقت کو

دینا چاہیئے تھا یعنی آپ نے فرمایا کہ میں رازِ رسولؐ فاش نہیں کر سکتی یہ سن کر عائشہ شرمندہ ہوئیں عین اسی وقت ام سلمہ سے بھی کہا گیا کہ آپ فاطمہ سے پوچھئے کہ آنحضرتؐ نے کیا فرمایا ام سلمہ نے دریافت کرنے سے انکار کر دیا، جس کا صاف مقصود یہ تھا کہ آپ آنحضرتؐ کے رازوں کی درپے نہیں ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۲۲، طبقات ج ۸ ص ۲۶)

ہاں ان پوشیدہ رازوں کو آپ ضرور دل سے لگائے رہیں جو رسولؐ آپ کو بتا گئے تھے اور اس امانت کی دل و جان سے حفاظت کرتی رہیں جو آپ کو عطا کی گئی تھی۔

آپ کے فرزند عمر ناقل ہیں کہ میری والدہ نے روزِ خلافت حضرت ابوبکر مجھ کو مسجد میں بھیجا کہ میں کل حالات دیکھ کر عرض کروں چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر منبر پر تشریف لے گئے خطبہ فرمایا اور گھر واپس ہو گئے۔ میں نے یہی حال آ کے آپ سے عرض کر دیا۔ پھر روزِ خلافت حضرت عمر و عثمان بھی مجھ کو بھیجا اور ان سے بھی میں نے کچھ ایسا ہی مشاہدہ کیا، اور واپس آ کر عرض کر دیا، پھر روزِ خلافت امیر المومنین علی ابن ابی طالب بھی میں مسجد میں گیا آپ نے بھی خطبہ فرمایا اور منبر سے اتر کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کرو کہ علی آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں یہ کہہ کر میرے ہمراہ ہو لئے، میں نے اپنی والدہ سے تمام واقعہ نقل کر کے کہا کہ علی آئے ہیں: آپ نے ام سلمہ سے فرمایا... اس صورت کا جو کتبہ آنحضرتؐ آپ کے پاس چھوڑ گئے ہیں وہ مجھے دیدیجئے، ام سلمہ نے صندوق کھولا اور وہ کتبہ علی کو دیکر مجھ سے فرمایا یا بنی الزمه لله ما رأت بعد نبیك اماما غیره اے میرے فرزند ان کے ساتھ ہو جاؤ خدا کی قسم نبیؐ کے بعد علیؑ کے سوا میں نے کسی کو امام نہیں دیکھا۔

آنحضرتؐ کے بعد امام حسین علیہ السلام نے بھی تمام آثارِ امامت مع وصیت نامہ مدینہ سے روانگی کے وقت انہیں ام سلمہ کو سونپا تھا اور فرمایا تھا کہ میرے بعد میرے فرزند زین العابدینؑ کو دیدیجئے گا چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالفقار اور تمام اسلحہ جات آنحضرتؐ ان میں سے کوئی چیز امام حسینؑ کے پاس کربلا میں نہ تھی۔ (بحار الانوار جلد یازدہم)

آپ کی یہ رازداری اور امانت داری خدا اور رسولؐ کے ساتھ آپ کی محبت کی کامیابی پر ایک بہترین سند ہے۔

پیشگوئیاں

آنحضرتؐ کی صحبت میں آپ کو منزلت عظیم حاصل ہوئی، زمانہ مستقبل میں رونما ہونے والے حالات کے بارے میں آنحضرتؐ کے جو ارشادات ہیں ان میں اکثر آپ ہی سے منقول ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اختصاص و مرتبہ معمولی نہیں ہے نمونہ کے طور پر چند واقعات نقل کئے جا رہے ہیں:

(۱) عن عبید الله بن قبطیه دخل الحرث بن ربیعه و عبد الله بن صفوان وانا معهما علی ام سلمه فسألاها عن الجیش الذی یخسف به وکان ذالك فی ایام ابن الزبیر فقالت ام سلمه سمعت رسول الله یعوذ عائذ بالحجر فیبعث الله جیشا فاذا کانوا ببیداء من الارض خسف بهم فقلت یارسول الله فکیف بمن اخرج کارها قال یخسف به معهم ولکنه یبعث علی نیته یوم القیامة فذکرت

لابی جعفر فقال ھی بیداء المدینہ ۔ (مسند امام حنبل ج۶، ص۲۹۰)

عبید اللہ بن قبطیہ ناقل ہیں کہ حرث بن ابی ربیعہ اور عبد اللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ آپ سے اس لشکر کے بارے میں پوچھا گیا جو دھنس جائے گا یہ زمانہ ابن زبیر کا تھا۔ ام سلمہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ پناہ لینے والا سنگ اسود سے پناہ لے گا اس وقت خدا ایک لشکر بھیجے گا اور جب وہ میدان میں پہونچے گا تو زمین میں دھنس جائے گا میں نے عرض کی کہ جو لوگ زبردستی اس لشکر کے ساتھ لائے گئے ہوں ان کا کیا حال ہوگا آپ نے فرمایا وہ بھی دھنس جائیں گے مگر قیامت میں اپنی نیتوں پر مبعوث ہوں گے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میدان مدینہ ہوگا۔

۲ — عن ام سلمہ قالت قال رسول اللہ اذا ظہرت المعاصی فی امتی عمھم اللہ بعذاب من عندہ فقلت یا رسول اللہ اما فیھم اناس صالحون قال بلٰی قلت فکیف اولئک قال یصیبھم ما اصاب الناس ثم یصیرون الی مغفرۃ من اللہ ورضوانا۔ (مسند ج۶)

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب گناہ میری امت میں پھیل جائیں گے خدا اپنا عذاب بھی عام کر دے گا میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا ان میں نیک بندے نہ ہوں گے فرمایا ہوں گے میں نے کہا پھر ان کا کیا حال ہوگا آپ نے فرمایا جو سب پر گذرے گی البتہ بعد کو مغفور ہوں گے۔

۳ — عن ام سلمہ قالت ما نسیت قولہ یوم الخندق وھو یعاطیھم اللبن وقد اغبر صدرہ وھو یقول اللھم ان الخیر

خیر الآخرۃ فاغفر للانصار والمہاجرین قالت فرأی عمار فقال ویحہ ابن سمیہ تقتلہ الفئۃ الباغیۃ (مسند ج۶، ص۲۸۹)

آپ فرماتی ہیں کہ مجھے آنحضرتؐ کا خندق کے دن یہ فرمانا نہ بھولے گا جب آپ مٹی اٹھا رہے تھے خداوندا خیر تو آخرت کا خیر ہے خداوندا انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما۔ آپ نے عمار یاسر کو دیکھا اور فرمایا افسوس عمار پر اس کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

عمار یاسر کی شہادت میدان صفین میں ہوئی ہے اور جس گروہ نے آپ کو قتل کیا وہ خال المومنین حضرت معاویہ کی زیر قیادت و سیادت تھا۔

۴ — عن ام سلمہ قالت قال رسول اللہ انہ ستکون امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد بریٔ ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی وتابع فقالوا یا رسول اللہ افلا نقاتلھم قال لا ما صلوا لکم الخمس (مسند ج۶، ص۲۹۵)

آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عنقریب تم میں کچھ امیر ہوں گے ان کو تم جانتے بھی ہو اور ان سے انکار بھی کروگے جس نے ان سے انکار کیا وہ بری ہے اور جس نے ان سے کراہت کی وہ سالم رہا لیکن غضب تو ان پر ہے جو ان سے راضی ہوں اور تابعداری بھی کریں لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ تو کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں فرمایا جس وقت تک پانچوں وقت تمہارے ساتھ نماز پڑھتے رہیں جنگ نہ کرو۔

۵ — قالت قال رسول اللہ لعلی لا یبغضک مومن ولا یحبک منافق

(مسند ج۶

آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ نہیں بغض رکھے گا تم سے مومن اور نہیں محبت کریگا تم سے منافق۔

۶۔ آپ کو خبر دی گئی کہ آپ کا غلام علیؑ کو سب و شتم کرتا ہے (کیونکہ یہ بنی امیہ کی سنت مؤکدہ تھی) آپ نے غلام کو طلب کیا اور فرمایا کہ ایک روز آنحضرتؐ میرے گھر میں تشریف لائے اور علیؑ ان کے ساتھ تھے، مجھے حکم ہوا کہ تخلیہ کر دو، میں حجرے سے باہر چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد حضورؐ سے اجازت چاہی مگر اجازت نہ ملی جس سے مجھ کو غم ہوا آخر تیسری بار اجازت کے بعد حاضر ہوئی میں نے دیکھا کہ علیؑ آنحضرتؐ کے سامنے دوزانو بیٹھے ہوئے پوچھ رہے ہیں کہ یا رسول اللہؐ ایسا ہو تو کیا کروں۔ آپ نے فرمایا صبر، پھر علیؑ نے پوچھا یہ ہو تو کیا کروں تو فرمایا صبر، پھر علیؑ نے دریافت کیا ایسا ہو تو کیا کروں آپ نے فرمایا کہ تلوار کھینچ لینا اور کاندھے پر رکھ لینا اور ان کے گروہ گروہ کو قتل کرکے مجھ سے یوں ملاقات کرنا کہ تمہاری کھنچی ہوئی تلوار سے خون ٹپک رہا ہو پھر آنحضرتؐ میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تم کو ملال نہ کرنا چاہیے میں نے تم کو نہیں پلٹایا جب میں یہاں آیا ہوں تو جبرائیلؑ میرے داہنے پہلو میں اور علیؑ میرے بائیں پہلو میں تھے اور خدا کا فرستادہ ملک وہ باتیں کر رہا تھا جو میرے بعد ہونے والی ہیں مجھے حکم تھا کہ میں یہ سب کچھ علیؑ کو سمجھا دوں۔

یا ام سلمۃ اسمعی واشھدی ھذا علیؑ ابن ابی طالب اخی فی الدنیا والآخرۃ یا ام سلمۃ اسمعی واشھدی ھذا علی ابن ابیطالب وصی وخلیفتی من بعدی وقاضی عداتی وساقی عن حوضی یا ام سلمۃ اسمعی واشھدی ھذا علیؑ ابن ابی طالب

سیّد المسلمین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین وقاتل الناکثین والقاسطین والمارقین قلت یا رسول اللہ من الناکثون قال الذین یبایعونہ بالمدینۃ وینکثون بالبصرۃ قلت من القاسطون قال معاویۃ واصحابہ من اھل الشام قلت من المارقون قال اصحاب النھروان فقال مولیٰ ام سلمۃ فرجت عنی فرج اللہ عنک لا اسب علیاً ابداً۔

آنحضرتؐ نے فرمایا اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علیؑ میرے دنیا و آخرت میں بھائی ہیں اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علیؑ میرے بعد میرے خلیفہ، میری عدالت کے فیصلہ کرنے والے، میرے حوض (کوثر) کے ساقی ہیں اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علیؑ مسلمانوں کے سردار پرہیزگاروں کے امام، سپید پیشانی والے مومنین کے پیشوا (ہیں)، ناکثین، قاسطین اور مارقین کے قاتل ہیں۔ میں نے پوچھا اے خدا کے رسولؐ ناکثون کون ہیں آپ نے فرمایا وہ جو علیؑ سے مدینہ میں بیعت کریں اور بصرہ میں توڑ ڈالیں۔ میں نے پوچھا اور قاسطون کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا معاویہ اور اس کے شامی ساتھی، میں نے کہا اور مارقون کون ہیں آپ نے فرمایا اصحاب نہروان، ام سلمہ کے غلام نے یہ سن کر کہا کہ آپ نے مجھے الجھنوں سے نکال دیا خدا آپ کو مسرور کرے اب میں علیؑ کو کبھی برا نہ کہوں گا

(بحار جلد ۶ حالات ام سلمہ)

۷۔ آپ ہی سے یہ پیشن گوئی بھی فرمائی تھی کہ عنقریب میری ایک زوجہ پر چشمہ حوأب کے کتے بھونکیں گے جو شریک اہل فساد و بغاوت ہو گی۔

واقعہ جمل میں حضرت عائشہ امیر المومنین سے لڑنے کے لئے نکلیں اور جو آپ کے کتوں نے آپ پر شور کیا۔

۸۔ آپ فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ام سلمہ آج مجھ پر وہ ملک نازل ہوا جو کبھی نازل نہ ہوا تھا اور اس نے مجھے خبر دی کہ تمہارا فرزند حسینؑ شہید کیا جائے گا اگر تم کہو تو خاک بھی دکھا دوں جس پر حسینؑ قتل ہوگا پھر آپ نے ایک سرخ رنگ کی خاک نکال کر دی۔ (مسند ج ۶ صفحہ ۲۹۵)

جب امام حسین علیہ السلام مدینہ سے عراق تشریف لیجانے لگے تو آپ بھی تشریف لائیں اور پوچھا کہ اے فرزند کدھر کا قصد ہے آپ نے فرمایا کہ نانی عراق جاؤں گا۔ ام سلمہ نے کہا اے حسینؑ عراق نہ جا میں نے تمہارے نانا کو کہتے سنا ہے کہ میرے فرزند حسینؑ کو عراق کی اس سرزمین پر شہید کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا نانی میں بھی اس خبر سے واقف ہوں اگر آپ چاہیں تو وہ زمین بھی دکھا دوں۔ چنانچہ امام حسینؑ حجرہ سے صحن خانہ میں تشریف لائے اور کربلا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے زمین قتل گاہ غریب بلند ہو جا کربلا کا تختہ بلند ہوا اور ام سلمہ نے زیارت کی۔ اس وقت امام حسینؑ نے وصیت نامہ اور اثاثہ امامت آپ کے سپرد فرمایا۔ امام حسینؑ کی روانگی کے بعد ام سلمہ اس خاک کو اکثر دیکھا کرتی تھیں جو آپ نے آنحضرتؐ سے لیکر ایک شیشہ میں محفوظ کر رکھی تھی۔ روز عاشورہ آپ آرام کر رہی تھیں کہ آپ نے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا کہ سر و پا برہنہ تشریف لائے ہیں چہرہ پر خاک پڑی ہے ہاتھ میں شیشہ خون ہے اور فرماتے ہیں ام سلمہ میرے بیٹے حسینؑ کو کربلا میں شہید کر ڈالا گیا۔ ام سلمہ

فریاد کرتی ہوئی خواب سے بیدار ہوئیں تو آپ نے اس خاک محفوظ کو دیکھا وہ بھی خون ہو چکی تھی مدینہ میں اسی روز سے امام حسینؑ کا ماتم شروع ہو گیا تھا۔ ام سلمہ جب تک زندہ رہیں قاتلان امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر لعنت فرماتی رہیں۔ آپ فرمایا کرتی تھیں کہ انھوں نے حسینؑ کو قتل کیا خدا ان کو قتل کرے، انھوں نے حسینؑ کو ذلیل کیا خدا ان کو ذلیل کرے۔

شہادت حسینؑ نے ام سلمہ کی زندگی دوبھر کر دی تھی آپ صرف اتنے دن زندہ رہیں کہ اہل حرم قید خانہ شام سے رہا ہو کر مدینہ پہونچے اور آپ نے امام زین العابدینؑ کو امانت پہونچا دی۔ (ناسخ جلد ۶)

محبت اہلبیت طاہرینؑ

آنحضرتؐ کی مقدس زوجہ، قائم مقام خدیجۃ الکبریٰ حضرت ام سلمہ نے اس خوبی سے اپنی زندگی بسر کی کہ اہلبیت رسولؐ میں سے ہر چھوٹے بڑے کا دل موہ لیا۔ آپ کو چونکہ آنحضرتؐ سے انتہائی محبت تھی اس لئے آپ نے آنحضرتؐ کے موئے مبارک احتیاط سے چُن چُن کر جمع کر لئے تھے جس کو بعد آنحضرتؐ اکثر اصحاب نے دیکھا ہے اور بتایا ہے کہ وہ حنا اور کتم سے مخضب تھے۔ بعد وفات آنحضرتؐ بھی آپ کا برتاؤ جناب سیدہؑ، حضرت علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ بہت اچھا رہا۔ جناب سیدہؑ خود بھی آپ سے مانوس تھیں۔ امام حسنؑ اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ وہ ایسا برتاؤ کرتی تھیں جیسا ایک حقیقی نانی کیا کرتی ہے۔ دونوں شاہزادے

اکثر آپ ہی کے گھر میں رہا کرتے تھے۔ حضرت امام حسینؑ آپ کو یا اماں کہا کرتے تھے۔

(تاریخ آئمہ ص ۱۹۴)

حضور سرور عالمؐ کے انتقال کے بعد یہ بی بی ایسی خانہ نشین ہوئیں کہ گھر سے باہر قدم ہی نہ نکالا۔ جس زمانہ میں حضرت عائشہ حضرت علی سے لڑنے کیلئے بصرہ تشریف لیجا رہی تھیں تو انھوں نے بہت کچھ چاہا کہ حضرت ام سلمہ کو بھی اپنا شریک حال بنانا چاہا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا اے دختر ابوبکر تم خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتی ہو حالانکہ قسم بخدا تم ان پر سب سے زیادہ غضبناک تھیں اور ان کو نعثل کے نام سے یاد کرکے کہا کرتی تھیں کہ خدا لعنت کرے نعثل (نام ایک مرد نصرانی کا) پر اور قتل کرے نعثل کو پس یہ عجیب بات ہے کہ کل تو تم ان کو سب و شتم کے ساتھ یاد کرکے کفر سے منسوب کرتی تھیں اور آج ان کو امیر المومنین اور خلیفہ مقتول مظلوم کہتی ہو اور ان کے معاملے میں اہل تعزیت و مصیبت بن کر اس جماعت کا ساتھ دیتی ہو جس نے علیؑ پر خروج کیا ہے۔ پس تو طلب خون عثمان کے متعلق تمہارا خیال بالکل نا مناسب ہے کیونکہ وہ بنی عبد مناف سے تھے اور تم بنی تیم ہو، اے عائشہ افسوس ہے کہ تم اس گروہ سے موافقت کرتی ہو جس نے علی ابن ابی طالب پر لشکر کشی کی ہے حالانکہ علیؑ رسول مقبولؐ کے بھائی اور داماد اور فاطمہ زہرا کے شوہر ہیں اے عائشہ علی کا مرتبہ خلافت و ریاست اور وراثت اہل روزگار کے نزدیک مسلم ہے اور اصحاب مہاجرین و انصار نے ان کے مرتبہ خلافت کو قبول کرکے انکی بیعت اختیار کی ہے اس کے بعد آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے بعض فضائل و خصائل کا ذکر کیا، عبداللہ ابن زبیر گھر کے باہر دروازہ پر کھڑے ہوئے یہ سب

باتیں سن رہے تھے وہیں سے انھوں نے آواز دی کہ اے ام سلمہ تم کو آل زبیر سے جو عداوت ہے اس کو میں جانتا ہوں، ام سلمہ نے اندر سے جواب دیا کہ تم ہی باپ بیٹے تو عائشہ کے پھسلانے پر تلے ہوئے ہو، کیا تمہارا گمان ہے کہ علیؑ کی زندگی میں مہاجرین و انصار تمہارے باپ زبیر اور ان کے مصاحب طلحہ کو اختیار کرنے پر راضی ہونگے حالانکہ بقول پیغمبر اسلام علیؑ ہر مومن اور مومنہ کے ولی ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ میں نے یہ حدیث رسولؐ کی زبان سے کبھی نہیں سنی۔ ام سلمہ نے کہا کہ اگر تم نے نہیں سنی تو تمہاری خالہ عائشہ نے تو سنی ہے ان سے پوچھ لو اور میں نے تو رسول کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ علیؑ میری زندگی میں اور میرے بعد تم سب پر میرے خلیفہ ہیں جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اے عائشہ بولو تم نے یہ حدیث سنی ہے؟ عائشہ نے کہا ہاں میں نے سنی ہے پس ام سلمہ نے بطور نصیحت حضرت عائشہ سے کہا کہ اے عائشہ جس امر سے تم کو پیغمبر خدا نے خوف دلایا ہے اس سے ڈرو اور صاحب کلاب حواب نہ بنو، اے عائشہ میں قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ کیا تم نے رسول خدا کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ عنقریب میری ایک بی بی پر چشمہ حواب کے کتے شور کریں گے جو شریک اہل بغاوت و فساد ہوگی اور جس وقت آنحضرتؐ نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت میرے ہاتھ میں جو ظرف تھا غایت اضطراب کی وجہ سے گر گیا، آنحضرتؐ نے مجھ سے سبب اضطراب دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اس خیال سے مضطرب ہوئی کہ کہیں وہ بی بی میں نہ ہوں، آنحضرتؐ نے تبسم فرما کر اور تمہاری طرف دیکھ کر ارشاد کیا کہ اے حمیرا میرا گمان ہے کہ وہ بی بی تو ہے۔ حضرت عائشہ نے

حضرت ام سلمہ کے اس بیان کی تصدیق فرمائی حضرت ام سلمہ نے کہا کہ اے عائشہ طلحہ اور زبیر کے فریب میں نہ آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ وہ تم کو اس فعل کے وبال سے بچا لیں گے، حضرت ام سلمہ کی باتیں سن کر حضرت عائشہ وہاں سے بادل ملول اٹھیں اور بصرہ جانے کے عزم و ارادہ کو فسخ کرنے کے لئے عذر و حیلہ سوچنے لگیں، عبد اللہ بن زبیر نے یہ حال محسوس کر کے فریاد کی کہ اے خالہ اگر تم اس لشکر کے ساتھ بصرے کی جانب رُخ نہ کرو گی تو میں خودکشی کر لوں گا، دیوانہ وار صحرا کی راہ لوں گا اور یہاں کے درندوں کا شکار ہو جاؤں گا۔ لوگوں نے آکر حضرت عائشہ کو سمجھایا کہ وہ بھتیجے کی خاطر شکنی نہ کریں پس حضرت عائشہ کا پہلا خیال پھر راسخ ہو گیا اور عزم سفر سے انھوں نے اعراض نہ فرمایا۔ (روضۃ الاحباب ج سوم ص ۱۷۰، تاریخ احمدی ص ۱۶۹، ۱۷۰)

جب حضرت ام سلمہ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام عائشہ سے لڑنے کیلئے بصرہ جا رہے ہیں تو انھوں نے ایک خط میں حضرت علی کو لکھا اگر حکم رسول مجھے گھر سے نکلنے کے لئے ہوتا تو میں آپ کے ساتھ ضرور چلتی خیر میں اپنی بجائے اپنی خنکی چشم اور عزیز ترین شخص (اپنے بیٹے عمرو بن ابی سلمہ) کو جو رسول اور آپ کا بڑا دوست ہے آپ کی نصرت کے لئے بھیج رہی ہوں اور تاکید کر رہی ہوں کہ آپ کے پسینہ پر خون بہانے کے لئے ہر وقت تیار رہے، عمرو بن ابی سلمہ اس نامہ کو لیکر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی معیت میں جہاد کیا، آپ نے عمرو بن ابی سلمہ کا بڑا احترام کیا اور بحرین کا عامل بنا دیا۔

(روضۃ الاحباب ص ۱۶۰)

علامہ عبدربہ لکھتے ہیں کہ جب بعد امام حسن معاویہ حج کے بہانے سے

ولی عہدی یزید کی بیعت لینے مدینہ منورہ پہونچے تو آپ نے ارادہ مصمم کیا کہ منبر رسول پر علی کو برا بھلا کہیں یا لعنت کریں تو لوگوں نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص یہیں موجود ہیں وہ کبھی راضی نہ ہوں گے اور سخت فساد ہوگا حضرت معاویہ نے حضرت سعد کو بلایا اور اس ضرر دینی مسئلہ میں مشورہ کیا، سعد نے کہا اگر ایسا ہوا تو میں مسجد سے فوراً اٹھ جاؤں گا اور پھر کبھی نہ آؤں گا حضرت معاویہ نے فساد اٹھتے دیکھا تو واپس چلے گئے مگر سعد کے انتقال کے بعد آپ نے منبر پر خود بھی لعنت بھیجی اور اپنے تمام گورنروں کو لعنت کرنے کا تحریری حکم بھی بھیجا چنانچہ ہر چہار جانب تبرا بازی پھیل گئی، ام سلمہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے معاویہ کو خط لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو خدا اور رسول پر سر منبر لعنت کرتا ہے (یعنی علی پر تبرا) ایسا کرنا ایسا ہے جیسے خدا اور رسول پر کیا جائے میں گواہی دیتی ہوں کہ علی خدا اور رسول دونوں کے محبوب تھے۔

سردار محمد خاں لفتا لکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں جب اختلاف شروع ہوا اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تو یہ حالت دیکھ کر آپ کو سخت رنج ہوتا تھا چنانچہ اہل عراق کے نام جو آپ نے خط لکھا اس سے آپ کے قلق کا اندازہ ہو سکتا ہے جو یہ ہے:

"اللہ خود بری اور اس کا رسول ان لوگوں سے بری ہیں جو فرقہ بندی کر کے جماعت میں اختلاف ڈالیں لہذا تم ایسا نہ کرو" (ازواج النبی ﷺ)

علامہ عبدربہ اس واقعہ کو لکھ کر کہتے ہیں کہ ام سلمہ کے شرف اور ان کی صحت روایات کو جانتے ہوئے بھی کسی نے ان کی بات نہ سنی۔ (نصائح الکافیہ [illegible] ص ۳۲۳)

امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل اور ان سے محبت کرنے کے سلسلہ میں آپ سے نقل کی گئی یہ مشہور و معروف احادیث ہیں:—————

قال رسول اللہ من حب علیاً فقد حبنی ومن حبنی احب اللہ ومن ابغض علیاً ابغضنی ومن ابغضنی ابغض اللہ۔

ام سلمہ ناقل ہیں جس نے علی کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا، جس نے علی کو دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا اور جس نے مجھے دشمن رکھا اس نے خدا کو دشمن رکھا۔

آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ سے آخر میں ملاقات کرنے والے علی تھے۔

قال عندنا رسول اللہ غداۃ بعد غداۃ یقول جاء علی مراراً قالت واظنہ کان بعثہ فی حاجتہ قالت فجاء فظننت انہ لہ الیہ حاجۃ فخرجنا من البیت فقعدنا عند الباب فکنت من ادناھم الی الباب فاکب علیہ علیؑ فجعل یسارہ ویناجیہ ثم قبض رسول اللہؐ من یومہ ذالک فکان اخر الناس بہ عہداً۔

ام سلمہ کہتی ہیں کہ ہر صبح آنحضرتؐ بار بار یہی فرماتے تھے کہ علی آئے علی آئے مجھے گمان تھا کہ آپ نے علیؑ کو اپنے کسی کام کے لئے بھیجا ہے۔ پھر علیؑ آئے تو ہم نے خیال کیا کہ آنحضرتؐ کو علیؑ سے کچھ کام ہے لہٰذا ہم سب گھر سے نکل آئے اور دروازے کے قریب بیٹھے، میں دروازہ کے بالکل قریب تھی میں نے دیکھا کہ علی آنحضرتؐ پر جھک گئے اور راز و اسرار شروع ہو گئے۔ پھر آنحضرتؐ نے

اسی روز انتقال فرمایا۔ لہٰذا علیؑ وہ آخری شخص ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ سے گفتگو کی۔

قالت قال رسول اللہؐ من سب علیاً فقد سبنی آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے علیؑ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

آپ اہلبیت رسولؐ کے ہر خوشی و مسرت اور رنج و غم کے موقع پر موجود رہتی تھیں اور ان کی خوشی میں خوش اور رنج میں رنجیدہ نظر آتی تھیں۔

جنگ خیبر میں آپ میدان جنگ سے اتنی دور تھیں کہ جتنا دور عورتوں کو ہونا چاہیئے پھر بھی جب علی کی تلوار مرحب کے دانتوں کے قلعہ کو فتح کر رہی تھی اس وقت آپ نے کرکراہٹ کی آواز سنی تھی۔ اب ناظرین چاہے ام سلمہ کی قوت سامعہ کی مدح سرائی کریں یا علیؑ کے زور بازو کی کہ آواز میدان خیبر سے خیمہ گاہ آنحضرت تک پہونچی۔ (استیعاب ج ۲ ص۷۷۹)

حجۃ الوداع میں بھی آپ ساتھ تھیں لیکن بیمار تھیں آپ کی بیماری کی وجہ سے آنحضرتؐ نے مرکب پر سوار رہ کر طواف کا حکم دیا تھا۔ (مسند ج ۶ ص۲۹۰)

حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر میدان غدیر کا واقعہ بھی آپ نے بیان فرمایا جس کو شیعہ لوگ اعلان خلافت علیؑ بتاتے ہیں کہ فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب اے رسول حج سے فارغ ہو کر (علی) کو نصب کر دو اور اپنے خدا کی طرف چلے آؤ۔

وفات آنحضرتؐ کے وقت آپ موجود تھیں اور آپ کی تیمارداری میں شریک تھیں، ام سلمہ نزاکت حال سے متاثر ہو کر رونے لگیں تو آنحضرتؐ نے محبت سے چیخنے چلانے سے منع فرمایا۔ (سیرت الصحابیات ص۵۲)

جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت اور امام حسن علیہ السلام کی وفات پر آپ نے گہرے رنج و غم کا اظہار فرمایا اور شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد آپ نے خواب میں آنحضرتؐ کو پریشان حال دیکھا (صواعق محرقہ ص ۱۹۱) ضبط نہ ہو سکا غش کھا کر گر گئیں اس کے بعد مرتے دم تک کسی وقت حسینؑ کا غم ان کے دل سے دور نہ ہوا۔ گھنٹوں منہ ڈھانپ کر ان کی یاد میں رویا کرتی تھیں" اور فرمایا کرتی تھیں کہ کیا میں اس لئے زندہ رکھی گئی ہوں کہ گلشن رسالت کو اپنی آنکھوں سے اُجڑتے اور ویران ہوتے دیکھوں۔" (ازواج النبی ص ۹۰)

اصابت رائے

صلح حدیبیہ میں بڑے بڑے اصحاب آنحضرتؐ کی رسالت میں شک کر رہے تھے اور انتہائی جسارت کے ساتھ آ آ کر آنحضرتؐ سے پوچھ رہے تھے کہ کیا آج بھی آپ خدا کے رسول ہیں یا ہم مسلمان نہیں اور یہ بھی کہا کہ آپ اس صلح سے عزت کھوتے ہیں۔

سبحان اللہ! کیا گرمجوشی اسلام ہے، رسول کا پاس ادب چاہے رہے نہ رہے رسالت میں شک ہو جائے مگر گرمجوشی اسلام باقی رہے گی۔"

اس وقت یہی بی بی تھیں جو ثابت قدم رہیں۔ جب آنحضرتؐ تصفیہ صلح سے فارغ ہوئے تو رسول نے حکم دیا کہ احرام اتارنے کے لئے قربانی کی جائے اور سر منڈوائے جائیں مگر چونکہ اکثر مسلمان اس صلح سے کبیدہ بلکہ رسول کی رسالت ہی سے بددل و مشتبہ تھے کسی نے بھی تعمیل حکم نہ کی اور کہا کہ جب ہم نے طواف نہیں کیا تو قربانی

اور موتراشی کیوں کرائیں حالانکہ آپ نے تین بار فرمایا حضرت کو اس کا ملال ہوا۔ آنحضرت ام سلمہ کے پاس تشریف لائے اور لوگوں کو اس عدول حکمی اور اس سے جو رنج آپ کو پہونچا تھا نہایت افسردہ خاطری سے ظاہر کیا ام سلمہ نے جو نہایت ہوشیار فہیم اور صائب الرائے تھیں عرض کیا کہ آپ اس قدر تشویش کیوں فرماتے ہیں آپ باہر تشریف لے جائیے اور کسی سے بات بھی نہ کریں آپ خود قربانی کریں اور اپنے حلاق سے موتراشی کرائیں جب آپ کو دیکھ کر اتباع کریں گے۔ (سیرت عائشہ مولانا سلیمان ندوی ص ۱۴) گویا ام سلمہ کا مقصود یہ تھا کہ جب ان کو یقین ہو جائے گا کہ حکم خدا کے سامنے ہماری بات نہ مانی جائے گی اور آنحضرتؐ کو احرام اتارتے دیکھیں گے تو خود بھی احرام اتار دیں گے چنانچہ جیسا ام سلمہ نے کہا تھا وہ ہوا اور آپ کو سر منڈاتے دیکھ کر پھر تو وہ شورش ہوئی کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا بعض دوسروں سے منڈوا رہے تھے اور بعض اپنے ہی ہاتھ سے سر مونڈ رہے تھے اکثر نے بال مونڈوانے کی جگہ بال کتروانے ہی پر اکتفا کی تھی اور آپس میں سبقت کرنے سے اندیشہ ہو گیا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خداوندا سر منڈانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے کہا اور بال کتروانے والوں پر فرمایا خداوندا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، لوگوں نے کہا اور بال کتروانے والوں پر فرمایا خداوندا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما، لوگوں نے کہا اور بال کتروانے والوں پر فرمایا اچھا ان پر بھی، پھر پوچھا گیا کہ آخر آپ نے دعا میں ان کو کیوں نہ شریک فرمایا جواب دیا اس لئے کہ ان کو میری رسالت میں شک ہوا تھا۔ یہ یاد رہے کہ یہ بیعت الرضوان کرنے والے صحابہ کا ذکر ہے غرض ام سلمہ کی اصابت رائے نے

مسلمانوں کو ہلاکت سے نجات دی۔ یہ واقعہ صحیح بخاری شریف میں کافی تفصیل سے موجود ہے جس میں ام سلمہ کی اصابت رائے کو سراہا گیا ہے۔

مولانا محمد سعید انصاری اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حدیبیہ کے بارے میں جناب ام سلمہ کا یہ خیال علم النفس کے ایک بڑے مسئلہ کو حل کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی پر ان کو کس درجہ کمال حاصل تھا۔

(سیر الصحابیات ص[illegible])

مولانا موصوف کی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت عمر کو جو آپ نے ڈانٹ پلائی ہے وہ بھی غالباً اسی فطرت شناسی پر مبنی ہے واقعہ ایلا میں جب آپ پہلے حضرت حفصہ کے پاس گئے اور ان کو سمجھا کر حضرت ام سلمہ کے پاس آئے تو آپ نے ڈانٹ دیا اور فرمایا عجباً لک یا ابن خطاب دخلت فی کل شئی حتی تبتغی ان تدخل بین رسول اللہ وازواجہ۔ اے خطاب کے بیٹے تعجب ہے کہ تم ہر معاملہ میں دخل اندازی کرتے کرتے اب یہ چاہتے ہو کہ آنحضرت اور ان کے ازواج کے درمیان بھی دخل دو۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۸ ص ۳۸۱، سیرت عائشہ از سلیمان ندوی ص ۱۱۰)

حضرت عمر کی یہ عادت تھی کہ آپ نہ صرف باپ ہونے کی وجہ سے حضرت حفصہ کو جھڑکا کرتے تھے بلکہ ازواج نبی میں سے شاید ہی کوئی خوش قسمت بی بی آپ کے عتاب و خطاب سے محفوظ رہی ہو، یہ تمام بیبیاں چپ ہو جاتی تھیں لیکن ام سلمہ اس منزلت کی بی بی تھیں جو ایسے جلیل القدر صحابی کو ڈانٹ سکتی تھیں۔

اس واقعہ سے آپ کی جرأت ہمت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

علمی کمال

علمائے شیعہ حضرت خدیجہ کے بعد جناب ام سلمہ کو تمام ازواج نبی کے سر کا تاج اور افضل و برتر مانتے ہیں۔ محمود بن لبید کا قول تھا کہ یوں تو تمام ازواج حدیثیں یاد کرتی تھیں مگر حضرت عائشہ و ام سلمہ کا کوئی مثل نہ تھی۔ (طبقات ج ۸)

عبد اللہ بن زبیر نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے حضرت معاویہ یا مروان نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ آنحضرت بھی پڑھا کرتے تھے اور میں نے حضرت عائشہ سے سنا ہے، حضرت عائشہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ام سلمہ سے سنا ہے، جب حضرت ام سلمہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ میری بات نہیں سمجھے، میں نے تو یہ بھی تو کہا تھا کہ آنحضرت نے ان دو رکعتوں کو منع فرمایا ہے۔

(مسند ج ۶ ص ۲۹۹)

حضرت عائشہ کی کثرت روایات کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے نام سے دوسروں کی حدیثیں بیان کرنے کا شوق تھا۔

حضرت ابوہریرہ حاجت غسل میں روزہ کو (صبح کی ہے) باطل جانتے تھے، ام سلمہ نے فرمایا یہ غلط ہے، آخر موصوف شرمندہ ہوئے اور ام سلمہ کی اعلمیت کا اقرار کرنا پڑا۔ (مسند ج ۶ ص ۲۹۶)

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اگر جناب ام سلمہ کے تمام فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک رسالہ تیار ہو جائے۔ (صحابیات)

امام الحرمین کا ارشاد ہے کہ میرے نزدیک ام سلمہ سے زیادہ کوئی عورت بھی صائب الرائے نہیں ہے۔ (زرقانی ج ۳ صفحہ ۲۷۲)

حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس اور بعض تابعین آپ کے آستانۂ علم پر سر خم رہا کرتے تھے۔ آپ آنحضرتؐ کے لہجہ میں قرآن مجید کی تلاوت کر سکتی تھیں علامہ ابن حجر عسقلانی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں صاحب العقل البالغ والرای الصائب۔ (اصابہ ج ۸ صفحہ ۲۴۱) ام سلمہ عقل میں کامل رائے میں صائب تھیں مولانا محمد سعید انصاری آپ کو مجتہدہ بتاتے ہیں۔ (سیر الصحابیات)

علماء عامہ نے آپ سے تین سو اٹھتر (۳۷۸) حدیثیں نقل کی ہیں۔ (روضۃ الاحباب جلد ۱ صفحہ ۱۳۲، ناسخ التواریخ جلد ۱ صفحہ ۲۱) آپ کو آنحضرت کی زبانی احادیث سننے کا بڑا شوق تھا ایک دن آپ کے بالوں کو مشاطہ آراستہ کر رہی تھی کہ ادھر آنحضرت نے خطبہ کا پہلا لفظ ایہا الناس کہا۔ آپ نے مشاطہ سے فرمایا کہ میرے بال باندھ دو اس نے عرض کی کہ ابھی تو ایہا الناس ہی ہے آپ نے فرمایا کہ کیا ایہا الناس میں داخل نہیں ہوں یہ کہہ کر خود بال باندھے اور خطبہ سننے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں ــــ

یہ ممکن نہیں ہے کہ آپ حکم آنحضرتؐ کے خلاف کام کریں، چونکہ پردہ کے بارے میں یہ دونوں حدیثیں آپ ہی سے منقول ہیں: ــــــ

(۱) ایک روز ابن مکتوم نابینا تشریف لائے تو آنحضرتؐ نے ام سلمہ کو پردہ کا

حکم دیا ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ تو نابینا ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں تم تو بینا ہو۔

(۲) آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عورتوں کے لئے بہترین مساجد ان کا گھر ہے۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ صفحہ ۲۹۷)

آپ کا مکان مسجد سے بالکل متصل تھا اور خطبہ کی آواز آجاتی تھی اسی لئے گھر میں بیٹھے ہوئے جب ایہا الناس کی آواز سن لی تو ظاہر ہے کہ خطبہ بھی گھر ہی میں سنا ہوگا نہ کہ باہر آکر، مگر صرف یہ بال باندھ کر پوری طرح متوجہ ہوگئیں۔

اس واقعہ کو نیاز صاحب فتحپوری اور مولانا سعید انصاری دونوں نے صرف یہیں تک لکھا ہے۔ حضرت ام سلمہ نے کیا سنا یہ دونوں بزرگوں کی مصلحت کے خلاف تھا اس لئے ترک فرما دیا۔ حضرت ام سلمہ نے سنا کہ آنحضرتؐ بالائے منبر فرما رہے ہیں اے گروہ مردم جس وقت میں حوض کوثر پر پہونچوں گا تم میں سے کچھ لوگ گروہ گروہ لائے جائیں گے اور راستہ تم سے کھویا ہوگا میں پکاروں گا کہ ہوشیار ہو اور میری طرف راستہ پر آؤ اتنے میں دور سے ایک پکارنے والا فرشتہ پکارے گا یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپ کے بعد دین کو بدل ڈالا پھر میں کہوں گا دور کرو ان کو دور کرو۔

آنحضرتؐ کا مخاطب قریب قریب مجمع اصحاب ہے اور تقریباً ایسے ہی الفاظ سے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے وارد ہوئی ہے جس میں صاف صاف اصحاب کا نام لیا گیا ہے ایک طرف تو اصحاب کا گروہ در گروہ جہنم میں جانا اس حدیث سے ثابت ہے اور دوسری طرف بتایا جاتا ہے کہ وہ سب کے سب عادل ہیں اور سب کے سب فلک ہدایت کے درخشندہ ستارے ہیں اور اس قابل کہ

جس کی بھی اقتدا کی جائے ہدایت حاصل ہو جائے ان احادیث میں توفیق کی کیا صورت ہوگی ـــــ؟

آپ سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ان کی ایک بڑی جماعت ہے ان میں سے صرف چند ناموں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر، اسامہ بن زید، ہند بنت الحارث الفراسیہ، صفیہ بنت شیبہ، عمر، زینب (اولادِ ام سلمہ) مصعب بن عبداللہ، مصعب بن عبداللہ (برادرزادہ) نبہان (غلام مکاتب) عبداللہ بن رافع، نافع پسر شعبہ، ابوبکر، خیرۃ والدہ حسن بصری، سلیمان بن یسار، ابوعثمان الہندی، حمید، ابوسلمہ، سعید بن مسیب، ابووائل، صفیہ بنت محصن، شعبی عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، عکرمہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عثمان بن عبداللہ بن موہب، عروہ بن زبیر، کریب مولیٰ ابن عباس، قبیصہ بن ذویب، نافع مولیٰ ابن عمر، یعلی بن مملک، (سیر الصحابیات ص۵، اصابہ ج ۸ ص۲۴۲)

وفات

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

جناب ام سلمہ آنحضرتؐ کی تمام بیبیوں میں سب کے آخر تک زندہ رہیں آپ نے آغاز اسلام بھی دیکھا اور انجام اسلام بھی، تبلیغ دین کے سلسلہ میں آنحضرتؐ کو پتھر کھاتے بھی دیکھا! دربقائے دین کے لئے امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی! در پھر خبر شہادت بھی سنی اور امام زین العابدینؑ اور نواسی رسول جناب زینب کے بازوؤں میں رسی کے نشان بھی دیکھے آخر اسی غم میں گھل گھل کر شوال (امہات الامہ ڈپٹی نذیر احمد ص۱۲۹) سنہ ۶۱ھ میں بزمانہ حکومت یزید بن معاویہ چوراسی سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(حبیب السیر ج ا ص۲۴۲، روضۃ الاحباب ج اول ص۱۴۱، ناسخ التواریخ ج ا ص۶۱)

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ سعید بن العاص (والی مدینہ) میری نماز جنازہ نہ پڑھائے لیکن سعید اس وقت مر چکا تھا ممکن ہے کہ یہ وصیت مروان یا ولید بن عتبہ کے لئے ہو کیونکہ اس وقت انھیں دونوں میں سے ایک والی مدینہ تھا، گویا بطور ناراضگی آپ نے سلطنت یزید سے قانون شکنی پر عمل فرمایا کیوں کہ والی شہر ہی نماز میت پڑھایا کرتا تھا آپ کی نماز جنازہ ابوہریرہ نے پڑھائی

اور آپ کے دونوں صاحبزادے عمر و سلمہ نے آپ کو قبر میں اُتارا اور اس طرح ازواج نبیؐ میں ایک باقی رہ جانے والی مقدس بی بی بھی جنت البقیع میں سپرد خاک کر دی گئی۔ (حبیب السیر، روضۃ الاحباب، ناسخ التواریخ)

اولادامجاد

آپ کی اپنے شوہر اول ابو سلمہ سے چار اولادیں تھیں جب ان کی وفات کے بعد آنحضرت کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا تو ان چاروں کی تربیت آنحضرت نے فرمائی۔ ان چاروں کے نام یہ ہیں: سلمہ، عمر، درّہ، زینب۔

سلمہ ابن ابی سلمہ

آپ کی ولادت ملک حبش میں ہوئی تھی (حبیب السیر، ج ا جزو ۳ ص۶)

آپ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ہجرت مدینہ کے وقت ہمراہ سفر تھے آپ نے اپنی والدہ کا نکاح رسول کے ساتھ کیا تھا، آنحضرتؐ نے آپ کا نکاح اپنی چچازاد بہن امامہ بنت سید الشہداء حضرت حمزہ سے فرمایا اور آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم مجھے خیال کرتے ہو کہ ان کی مکافات کر دی؟

آپ اپنے بھائی عمر بن ابی سلمہ سے بڑے تھے آپ ہی کے نام پر آپ کی والدہ کی کنیت ام سلمہ اور باپ کی کنیت ابو سلمہ ہوئی، آپ عبد الملک بن مروان

کے زمانہ تک زندہ رہے۔ (ترجمہ اسد الغابہ ج ۴ صفحہ ۱۵)

عمر بن ابی سلمہ

آپ کی کنیت ابو حفص ہے آپ ۲ھ میں حبشہ میں پیدا ہوئے اور رسول کی وفات کے دن بعضوں نے کہا ہے کہ ۹ برس کے تھے اور غزوہ خندق میں آپ ابن زبیر حسان بن ثابت انصاری کے گھر میں تھے۔ (ترجمہ اسد الغابہ جلد ۴)

شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کو بنی ہاشم میں شمار کیا جا سکتا ہے کیونکہ ان کی والدہ ام سلمہ تھیں اور وہ خود ربیب رسول تھے، اور ان کے بھائی سلمہ دونوں ہر جنگ میں امیر المومنین کے ساتھ رہے اور جب بھی امیر المومنین کو جنگ در پیش ہوئی، آپ کی والدہ جناب ام سلمہ ان دونوں بھائیوں کو خدمت امیر المومنین میں لاتیں اور عرض کرتی تھیں ان کو میں آپ پر تصدق کرتی ہوں کہ آپ پر قربان ہو جائیں اگر شریعت میں جائز ہوتا کہ میں گھر سے باہر نکلوں تو میں خود بھی آپ کے ہمراہ آتی اور آپ کی نصرت میں درجہ شہادت پر فائز ہوتی۔ (مجالس المومنین ص۸۶)

امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے آپ کو اپنے دور خلافت میں بحرین اور فارس کا گورنر مقرر فرمایا تھا (روضۃ الاحباب جلد سوم ص۱۵)

کتاب مستطاب نہج البلاغہ میں مذکور ہے کہ جب آپ کو بحرین سے معزول کر کے نعمان بن عجلان زرقی کو حاکم بنا کر بھیجا تو آپ کے نام یہ مکتوب لکھا:۔

اما بعد فانی قد ولیت النعمان بن عجلان الزرقی علی البحرین ونزعت یدک بلا ذم لک ولا تثریب علیک فلقد احسنت الولایۃ وادیت الامانۃ فاقبل غیر ظنین ولا ملوم ولا متھم ولا ماثوم فلقد اردت المسیر الی ظلمۃ اھل الشام واحببت ان تشھد معی فانک ممن استظھر بہ علی جہاد العدو واقامۃ عمود الدین ان شاء اللہ۔

ترجمہ:- میں نے نعمان بن عجلان کو بحرین کی حکومت دی ہے اور تمھیں اس سے بے دخل کر دیا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تمھیں نا اہل سمجھا گیا ہو اور تم پر کوئی الزام عائد ہوتا ہو حقیقت یہ ہے کہ تم نے تو حکومت کو بڑے اچھے اسلوب سے چلایا اور امانت کو پورا پورا ادا کیا، لہذا تم میرے پاس چلے آؤ نہ تم سے کوئی بدگمانی ہے نہ ملامت کی جا سکتی ہے اور نہ تمھیں خطا کار سمجھا جا رہا ہے، واقعہ یہ ہے کہ میں نے شام کے ستمگاروں کی طرف قدم بڑھانے کا ارادہ کیا ہے اور چاہا ہے کہ تم میرے ساتھ رہو کیونکہ تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دشمن سے لڑنے اور دین کا ستون گاڑنے میں مدد لے سکتا ہوں انشاء اللہ۔

(نہج البلاغہ حصہ مکتوبات)

آپ کے مراتب عالیہ اور فضائل و کمالات کے لئے صرف یہ ایک مکتوب ہی کافی ہے۔

رسول خدا سے بہت سی حدیثیں آپ نے نقل فرمائی ہیں، آپ سے سعید بن مسیب، ابو امامہ بن سہیل بن حنیف اور عروہ بن زبیر نے روایت کی ہے کہ

ایک روز آپ رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت نبی کے سامنے کچھ کھانا رکھا ہوا تھا آپ نے فرمایا اے بیٹے آؤ اور بسم اللہ پڑھو اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ، آپ نے عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں ۸۳ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ (ترجمہ اسد الغابہ ج ۷)

آپ کی اولاد مدینہ منورہ میں اب بھی پائی جاتی ہے۔ (بحار الانوار ج ۶)

درّہ بنت ابی سلمہ

آپ ربیبہ رسولؐ ہیں بعض ازواج نبی (ام حبیبہ) کو شک ہوا تھا کہ آنحضرتؐ ان سے عقد فرمانے والے ہیں لیکن جب آنحضرتؐ سے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ میرے اوپر حرام ہیں۔ (مسند، ج ۶ ص ۲۹۱)

اصابہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ ربیبہ نہ بھی ہوتی تب بھی میرے اوپر حرام تھی اس لئے کہ وہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

(اصابہ ج ۸ ص ۷۶)

زینب بنت ابی سلمہ

آپ کا نام پہلے برہ تھا مگر آنحضرتؐ نے اس نام کو ناپسند فرما کر بدل دیا۔

(طبقات ج ۸ صلا)

ہجرت کر کے اپنی ماں کے ساتھ مدینہ تشریف لائیں، اسماء بنت ابی بکر نے دودھ پلایا، بعض کا خیال ہے کہ حبشہ کی سرزمین پر پیدا ہوئیں، ۴ھ میں آپ کے باپ ابو سلمہ نے وفات پائی تو ام سلمہ آنحضرتؐ کے عقد میں آئیں اس وقت زینب شیر خوار تھیں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ آغوش میں آئیں، آنحضرتؐ کو ان سے بہت محبت تھی، پیروں چلنے لگیں تو آنحضرت کے پاس آئیں آپ غسل فرماتے تو ان کے منہ پر پانی چھڑکتے تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی یہ برکت تھی کہ بڑھاپے تک ان کے چہرہ پر شباب کا آب و رنگ باقی رہا۔ مسند البزاز کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل ابو سلمہ کے بعد پیدا ہوئیں۔ (اصابہ ج ۸ صـ۹۶)

آپ کی شادی عبداللہ بن زمعہ بن اسود اسدی سے ہوئی، دو لڑکے پیدا ہوئے جن میں ایک کا نام ابو عبیدہ بن زمعہ تھا، ۶۳ھ میں حرہ کی لڑائی میں دونوں کام آئے اور زینب کے سامنے ان کی لاشیں لا کر رکھی گئیں انھوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا مجھ پر بہت بڑی

مصیبت پڑی ایک تو میدان میں لڑ کر قتل ہوا لیکن دوسرا تو خانہ نشین تھا لوگوں نے اس کو گھر میں گھس کر مارا (اسد الغابہ ج ۵ صـ۴۶۹)

بیٹوں کے قتل ہونے کے بعد دس برس زندہ رہیں ۷۳ھ میں انتقال فرمایا، یہ طارق کی حکومت کا زمانہ تھا۔ عبداللہ بن عمر نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

(تہذیب صـ۴۲۱ ج ۱۲)

زینب فضل و کمال میں شہرۂ آفاق تھیں اور اس وصف میں کوئی عورت ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی۔ اسد الغابہ میں ہے:۔ کانت من افقه نساء زمانها وہ اپنے زمانہ کی فقیہ بی بی تھیں آنحضرتؐ سے کچھ حدیثیں روایت کیں، آنحضرتؐ کے علاوہ ام سلمہ، عائشہ، ام حبیبہ اور زینب بنت جحش سے بھی چند حدیثیں سنیں۔ جن لوگوں نے ان سے حدیث نقل کی ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔

امام زین العابدینؑ، ابو عبیدہ، محمد بن عطا، عراک بن مالک، حمید بن نافع، عروہ، ابو سلمہ، کلیب بن وائل، ابو قلابہ جرمی۔

اولاد عبدالرحمٰن، یزید، وہب صاحبزادے اور قریبہ، ام کلثوم و ام سلمہ صاحبزادیاں تھیں۔

(طبقات ج ۸ صـ۳۳۵)

ختم شد